مسئلہ سود

مؤلف

استاذ العلماء علامہ مفتی

حافظ محمد عبد الحلیم نقشبندی

مہتمم جامعہ انوار الاسلام غوثیہ رضویہ چکوال

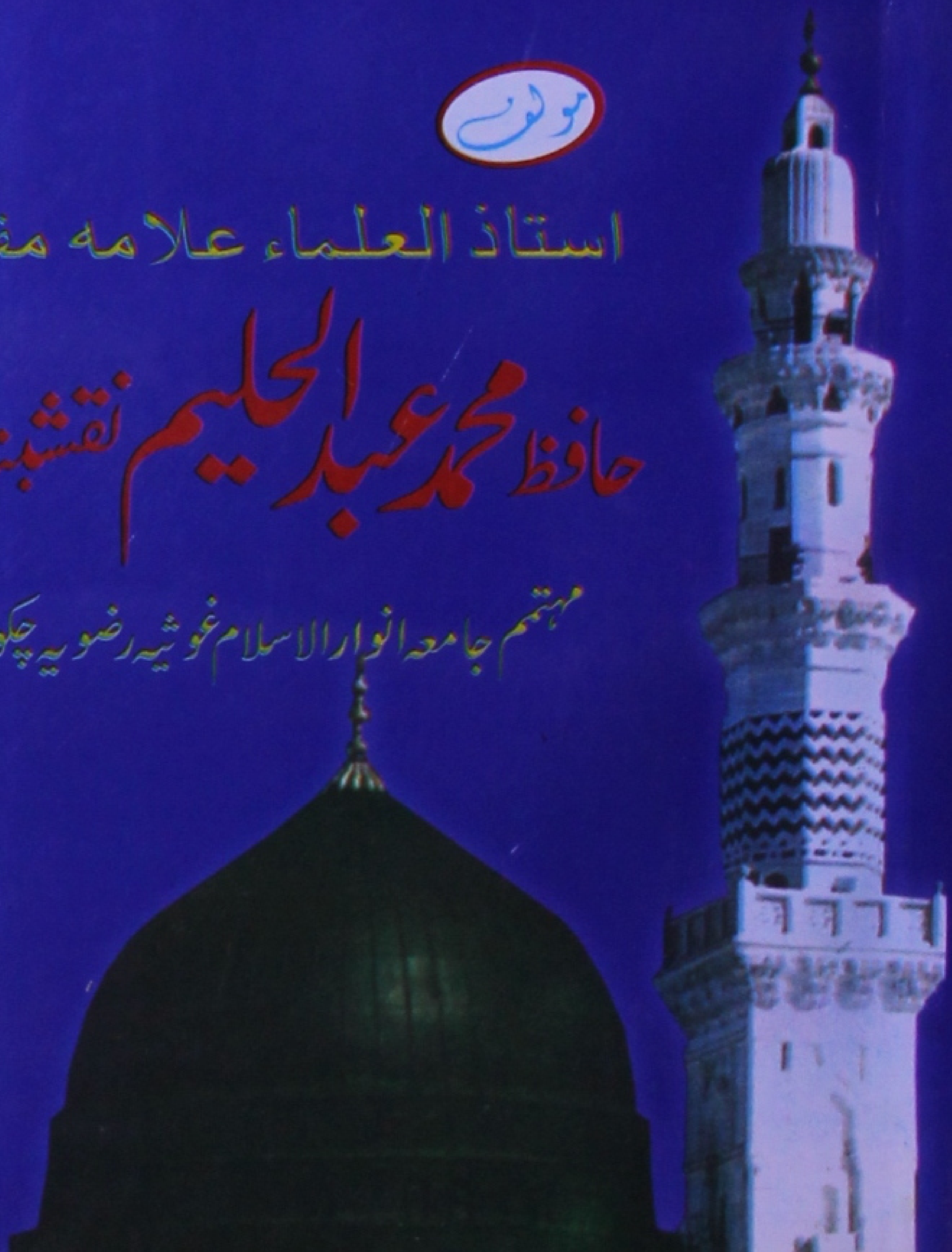

Marfat.com

مسئلہ سُود

قرآن وحدیث کی روشنی میں

از قلم:

استاذ العلماء علامہ حافظ محمد عبدالحلیم نقشبندی صاحب

ناظم اعلیٰ: جامعہ انوار الاسلام غوثیہ رضویہ لائن پارک چکوال

﴿بزم حسان جامعہ انوار الاسلام لائن پارک چکوال﴾

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

نام کتاب: مسئلہ سود

نام مؤلف: مفتی علامہ حافظ محمد عبدالحلیم نقشبندی

تصحیح: حافظ ظہیر احمد نعیمی، قاری محمد ریاست نعیمی

پروف ریڈنگ: حافظ محمد زبیر، حافظ محمد ثاقب اقبال

ملنے کا پتہ

جامعہ انوار الاسلام غوثیہ رضویہ لائن پارک چکوال

کشمیر بک ڈپو تلہ گنگ روڈ چکوال

مکتبہ المدینہ ہسپتال روڈ چکوال

مکتبہ جمال کرم داتا دربار لاہور

مقبولیہ مطلوبیہ للہ شریف ضلع جہلم

...........شعبہ دارالاشاعت بزم حسان لائن پارک چکوال...........

Marfat.com

نمبر شمار	فہرست	صفحہ
1	انتساب	6
2	پیش لفظ	7
3	اللہ تبارک تعالیٰ کا فرمان عالی شان	8
4	حضور ﷺ کا ارشادِ مبارک	8
5	سود	9
6	سود کو عربی میں ربا کہتے ہیں	9
7	ربا کا مفہوم	9
8	ربا کا لغوی معنی	9
9	ربا کا اصطلاحی معنی	10
10	ربا اور سود میں فرق	10
11	ربا کی اقسام	13
12	ربا نسیئہ	13
13	رباء فضل	13
14	رباء الفضل کے احکام	14
15	مندرجہ بالا احکام کا ماحصل	16
16	اجناس کی مختلف چیزوں کا آپس میں مبادلہ	17
17	بیع اور سود کا فرق	18
18	سود اور اس کے حرام ہونے کے اسباب	20
19	تجارت کا اصول ایک دوسرے پر رضا مندی	20
20	سودی عمل اور مقصد کاروباری حکمت کے خلاف ہے	22
21	تمام شریعتوں میں سود حرام رہا	23
22	زمانہ جاہلیت کا ربا	24
23	علامہ ابنِ جریر طبری فرماتے ہیں	25
24	امام رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں	25
25	احکام القرآن	26
26	ابوبکر جصاص فرماتے ہیں	26

27	احکام ربااور قرآن	27
28	علماء تفسیر نے فرمایا	29
29	مفسرین نے تذکرہ فرمایا	31
30	صاحب خزائن العرفان اس آیت کے تحت فرماتے ہیں	33
31	باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا	36
32	صاحب نور العرفان اس آیت کے تحت لکھتے ہیں	37
33	مسئلہ	38
34	حرمت ربااور حدیث	39
35	پہلی بات	39
36	دوسری بات	39
37	تیسری بات	40
38	تفسیر حدیث	41
39	اعتراض	43
40	جواب	43
41	نوٹ	45
42	روحانی اور اخلاقی نقصانات سود کے پیش نظر	45
43	اسلام اور بینکنگ	46
44	پہلی قسم	48
45	دوسری قسم	49
46	پہلا فائدہ	49
47	دوسرا فائدہ	49
48	نبی کریم ﷺ کے عہد مبارکہ میں تجارتی سود رائج تھایانہیں	51
49	پہلی بات	51
50	دوسری بات	52
51	نتیجہ	52
52	تیسری بات	54
53	تشریح	54

Marfat.com

56	بینکنگ کا جونظام آج رائج ہے یہ طریقہ پہلے سے صحابہ کے مشابہ ہے	54
58	ایک نقطہ	55
58	ایک واقعہ	56
58	جناب ابن عمر کا تذکرہ	57
59	کیا ظلم نہیں ہے تجارتی سود میں	58
59	پہلی بات	59
59	دوسری بات	60
60	تجارتی سود کو جائز کہنے والوں کے سوال و جواب	61
61	نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا	62
63	نوٹ ۱	63
63	نوٹ ۲	64
64	اجارہ اور تجارتی سود	65
65	سلم کس کو کہتے ہیں	66
65	پہلی عبارت	67
66	دوسری عبارت	68
66	بیع سلم اور قرآن کریم	69
67	بیع سلم اور احادیث مبارکہ	70
67	بیع سلم اور اجماع امت	71
68	تجارتی سود اور بیع سلم	72

Marfat.com

انتساب

دنیائے اسلام کے عظیم، محدث، مدرس، محقق، مصنف، مترجم اور شیخ طریقت، شرف العلماء اور شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری قدس سرہ'

کے نام

جنہوں نے لاکھوں گم گشتگان راہ منزل کو صراط مستقیم پر گامزن فرمایا

جنہوں نے بے شمار انسانوں کو عشق رسول کی لازوال دولت سے مالا مال کیا۔

جن کے دریائے فیض سے ہزاروں تشنگان علم سیراب ہوئے۔

گر قبول افتذ ہے عزو شرف

مولیٰ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب کریم ﷺ کے صدقے اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

علامہ حافظ محمد عبدالحلیم نقشبندی
لائن پارک چکوال

پیش لفظ

نحمدہ و نصلی علیٰ رسو لہ الکریم ، اما بعد

مجھے مولانا عبدالحلیم نقشبندی صاحب نے سود کے موضوع پر کتاب کا مسودہ بھیجا میں نے اس کا مطالعہ کیا۔ مسودے میں ربا (سُود) کی شرعی تعریف اوراس کی اقسام کے بارے میں قرآن و حدیث کے احکام کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس کے مطالعے سے کم از کم علمی تحقیقی اور فکری غلطی سے نجات حاصل ہو سکے گی اور ساتھ ساتھ سود کے دینی اور معاشی خرابیوں کا بھی پورا پورا احساس بھی ہو سکے گا۔ مسئلہ سود کو پڑھنے سے ضروری احکام و مسائل اور رائج الوقت معاملات جن میں سود یا قمار شامل ہیں ان کی تفصیل اور تدبیر کا بیان بھی مولانا نے احسن طریقے سے بیان کیا ہے الحمدللہ مسئلہ سود کو خوبصورت انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ مولانا کی یہ تصنیف اس دور میں اسلام اور مسلمانوں کی بڑی خدمت ہے۔

اللہ کریم اپنے محبوب ﷺ کے صدقے اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین

مفتی محمد اکرام الحق

ناظم اعلیٰ مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم چکوال

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان عالی شان

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝ (الاحزاب/۲۱)﴾

ترجمہ ''تحقیق تم میں جو اللہ اور یوم آخرت کے امیدوار ہیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے ہیں ان کے لئے اللہ کے رسول بہترین نمونہ ہیں۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک

﴿لَوْ كَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادٍ مِنْ ذَهَبٍ اَحَبَّ اَنَّ لَهٗ وَادِيًا آخَرَ وَلَنْ يَّمْلَاَ فَاهُ اِلَّا التُّرَابُ وَاللّٰهُ يَتُوْبُ عَلٰى مَنْ تَابَ۔(مسلم)﴾

ترجمہ ''اگر آدمی کے پاس سونے سے بھری وادی ہو تو وہ اور کی خواہش کرے گا اور اس کا منہ سوائے (قبر کی) مٹی کے نہیں بھرتا اور اللہ اس کی توبہ قبول کرتا ہے جو توبہ کرے۔''

Marfat.com

سود

☆ قرآن وحدیث کا حکم سود کے بارے میں کیا ہے؟

☆ اسلام میں سود کی حرمت کے احکامات کن کن معاملات سے تعلق رکھتے ہیں؟

☆ اسلام سود کو مٹا کر انسان کو معاشی معاملات کے کس راستے پر چلاتا ہے؟

☆ سود کی حدود کیا ہیں؟

سود کو عربی میں ربا کہتے ہیں

ربٰو کا مفہوم:

قرآن کریم میں سود کے لئے "ربٰو" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ربٰو کا مادہ "رَبَوَ" ہے اس کا معنی زیادتی، بڑھوتری اور چڑھنے کے ہیں یا بلندی کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

صاحب عمدۃ القاری فرماتے ہیں" ربا کو الف، واؤ اور یا تینوں حالتوں میں لکھنا صحیح ہے یعنی ربا، ربٰو اور ربیٰ (عمدۃ القاری جلد ۱۱ صفحہ ۱۹۹)

ربا کا لغوی معنی

ربا کا لغوی معنی زیادتی، بڑھوتری اور بلندی کے ہیں

Marfat.com

ربا کا اصطلاحی معنی

ربا اصطلاحِ شریعت میں ایسی زیادتی کو کہتے ہیں جو بغیر کسی مالی معاوضہ کے حاصل کی جائے۔

صاحب احکام القرآن ابن عربی فرماتے ہیں:

الربافی اللغة الزیادة والمراد فی الأیة کل زیادةٍ لاَیقائلھا عوض

(احکام القرآن)

ربا اور سود میں فرق

ربا اور سود دونوں عربی اور اردو میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔لیکن ربا ایک عام اور وسیع مفہوم رکھتا ہے۔

سود میں بھی اس طرح کی ایک قسم یا فرد کی حیثیت موجود ہے۔ جو ایک مقررہ میعاد کے لئے روپیہ کی مقدار معین کر کے ادھار دے کر شرح مقرر کر کے نفع یا زیادتی لینے کا نام ہے۔ چنانچہ یہ بھی ربا کی تعریف میں داخل ہے۔

ربا اس پر انحصار نہیں رکھتا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا مفہوم اس سے زیادہ وسعت رکھتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس میں وہ معاملات بیع وشرا کے بعد داخل ہوتے ہیں اور قطعاً ان میں لین دین کا اعتبار نہیں ہے۔

جاہلیت کے زمانہ میں بھی عام طور پر اسی کو سود کہتے اور سمجھتے تھے جس کو آج بھی سود کہا جاتا ہے۔ چنانچہ ادھار کی معیاد پر مقرر شرح کے ساتھ زیادتی یا نفع لینا ربا کی حقیقت جو قرآن کریم کے نزول سے پہلے سمجھی جاتی تھی یہی تھی کہ قرض دے کر اس پر نفع حاصل کیا جائے۔

Marfat.com

لیکن اس کی صورتیں مختلف تھیں اور مختلف خطوں میں رائج تھیں، عرب میں اکثر رواج یہ تھا کہ مقرر رقم معین مدت کے لئے مقرر مقدار سود پر دے دیتے تھے اگر قرض خواہ نے مقرر مدت پر رقم واپس کردی تو مقررہ سود لے کر معاملہ ختم کر دیا جاتا اور اگر مقرر وقت پر رقم واپس نہ کرسکتا تو آئندہ کے لئے سود کا معاملہ مزید کیا جاتا تھا۔

یہی ربا کی حقیقت تھی جو قرآن کریم نازل ہونے سے پہلے سمجھی جاتی تھی، کہ قرض دے کر اس پر نفع حاصل کیا جائے۔

امام رازیؒ کی تحقیق یہ کہ اہل جاہلیت کا یہ دستور تھا کہ ایک شخص کو وہ ایک معین مدت کے لئے روپیہ دیتے اور اس سے ماہ بماہ ایک مقررہ رقم سود کے طور پر وصول کرتے تھے۔

جب وہ مدت ختم ہو جاتی تو مدیون سے رأس المال کا مطالبہ کیا جاتا اگر وہ ادا نہ کرسکتا تو پھر ایک مزید مدت کے لئے مہلت دے دی جاتی اور سود میں اضافہ کر دیا جاتا۔

(تفسیر کبیر جلد۲ صفحہ۳۵۱)

حضرت قتادہ یہ کہتے ہیں کہ جاہلیت کا ربو یہ تھا کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کرتا اور ادائے قیمت نہ ہوتی تو پھر وہ مزید مہلت دیتا اور قیمت میں اضافہ کر دیتا۔

جناب مجاہد کہتے ہیں کہ جاہلیت کا ربو یہ تھا کہ ایک آدمی کسی سے قرض لیتا اور کہتا کہ اگر تو مجھے اتنی مہلت دے تو میں اتنا زیادہ دوں گا۔ (ابن جریر جلد۳ صفحہ۶۲)

جناب ابوبکر جصاص کی تحقیق یہ ہے کہ اہل جاہلیت ایک دوسرے سے قرض لیتے تا باہم یہ طے کر لیتے کہ اتنی مدت میں اتنی رقم اصل رأس المال سے زیادہ ادا کی جائے گی۔

Marfat.com

(احکام القرآن جلداول)

علامہ سیوطیؒ نے ایک حدیث ربا کے بارے میں نقل کی، حدیث جماع صغیراور فیض القدیر شرح جامع صغیر میں مذکور ہے، حدیث پیش خدمت ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

کُل قرضٍ جد منفعة فهو ربوٰ

ترجمہ: جو قرض کچھ نفع کمائے وہ ربٰو ہے

اس حدیث کی سند پر جرح کی اور سند کو ضعیف بتایا، چنانچہ شرح سراج المنیر میں عزیزی نے بیان فرمایا:

قال الشیخ حدیث حسن لغیرہ یہ حدیث حسن لغیرہ ہے

اس کی تائید دوسری روایات وآثار سے ہوتی ہے لیکن یہ حدیث محدثین کے نزدیک صالح للعمل ہے بلکہ میں کہتا ہوں یہ حدیث بطور دلیل پیش کی جاسکتی ہے، چنانچہ ہر اس زیادتی کا نام ربا ہے جو قرض کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔

Marfat.com

ربا کی اقسام

ربا کی دو قسمیں ہیں:

۱) ربا نسیئة ۲) ربا فضل

رباء نسیئة:

وہ سود ہے جو قرض اور ادھار میں ہو۔ جاہلیت کے زمانے میں اس قسم کا ربٰو تھا کہ کوئی شخص کسی کو متعین مدت پر قرض دیتا اور اس پر کچھ ماہانہ مقرر کر لیتا جب معیاد مقررہ پر وہ روپیہ ادا نہ ہوتا تو قرض دینے والا کچھ اور زیادہ کر کے اس کو مہلت دے دیتا اور کبھی سود کو اصل رقم میں جمع کر کے اس پر سود لگاتا۔ اگر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے یہاں تک کہ سود اصل قرض سے اضعافاً مضاعفہ (دونے پر دونا) ہو جاتا۔

رباء فضل:

وہ سود ہے کہ جو ایک جنس کی دو چیزوں میں کمی اور زیادتی کے ساتھ تبادلہ کرنے میں ہو۔ مثال کے طور پر ایک سیر گندم کو ڈیڑھ دو سیر گندم کے معاوضے میں فروخت کیا جائے، یہ رباء فضل ہے۔

Marfat.com

رباء الفضل کے احکام

نبی کریم ﷺ سے جو احکامات سود کے متعلق ثابت ہیں ان کو یہاں لفظ بلفظ تحریر کیا جاتا ہے۔

۱) عن عبادة بن الصامت قال قال رسول الله ﷺ الذهب بالذهب والفضة الفضة والبر بالبر والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح مثلا بمثل سواء بسواء يدا بيد فاذا اختلف هذه الاصناف فبيعو كيف شئتم اذا كان يدا بيد. (صحیح مسلم، نسائی، ابن ماجہ)

ترجمہ: عبادہ بن صامت فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا سونے کا مبادلہ سونے سے اور چاندی کا چاندی سے گیہوں کا گیہوں سے اور جو کا جو سے کھجور کا کھجور سے نمک کا نمک سے اس طرح ہونا چاہیئے کہ جیسے کا تیسا اور برابر اور دست بدست ہو البتہ اگر مختلف اضافہ کی چیزوں کا ایک دوسرے سے مبادلہ ہو تو پھر جس طرح چاہو بیچو بشرطیکہ لین دین دست بدست ہو جائے۔

۲) عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال التمر بالتمر والحنطة بالحنطة والشعير بالشعير والملح بالملح مثلا بمثل يدا بيد عمن زاد او استنزاد فقد اربى الا ما ا ختلفت الوانه۔

Marfat.com

ترجمہ: ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کھجور کا مبادلہ کھجور سے، گیہوں کا گیہوں سے، جو کا جو سے، نمک کا نمک سے جوں کا توں اور دست بدست ہونا چاہیئے، جس نے زیادہ دیا زیادہ لیا اس نے سودی معاملہ کیا، سوائے اس صورت کے جب ان اشیاء کے رنگ مختلف ہوں۔

۳) **عن سعدبن ابی وقاص قال سمعت رسول الله ﷺ عن شراء التمر بالرطب فقال اینقص الرطب اذایبس فقال نعم ننهاه عن ذلک.**

ترجمہ: سعد بن ابی وقاصؓ کہتے ہیں نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا اور میں سن رہا تھا کہ خشک کھجور کا تر کھجور کے ساتھ مبادلہ کس طریقے پر کیا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا کھجور سوکھنے کے بعد کم ہو جاتی ہے؟ سائل نے عرض کیا ہاں، تب نبی کریم ﷺ نے سرے سے ہی اس مبادلہ کو منع فرمایا۔

۴) **عن ابی بکره قال نهی النبی ﷺ عن الفضة بالفضة والذهب بالذهب**

کیف شئنا و نشتری الذهب بالفضة کیف شئنا۔

ترجمہ: ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے حکم فرمایا کہ چاندی کا چاندی اور سونے کا سونے سے مبادلہ نہ کیا جائے مگر برابری کے ساتھ نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ چاندی کو سونے سے اور سونے کو چاندی سے جس طرح چاہو بدل سکتے ہو۔

۵) **عن ابی سعید قال کنا نرزق تمرالجمع و هو الخلط عن التمر و کنا**

بیع صاعین بصاع فقال النبی ﷺ لا صاعین بصاع ولا درھمین بدرھم۔

ترجمہ: ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کو بالعموم اجرتوں اور تنخواہوں میں مخلوط قسم کی کھجوریں ملا کرتی تھیں اور ہم دو دو صاع مخلوط کھجوریں دے کر ایک صاع اچھی قسم کی کھجوریں لے لیا کرتے تھے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ نہ دو صاع کا مبادلہ ایک صاع سے کرو اور نہ دو درہم کا ایک درہم سے۔

مندرجہ بالا احکام کا ماحصل

احادیث کے الفاظ اور معانی پر اور جس موقع پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمائے۔ غور و فکر کرنے سے مندرجہ ذیل احکام اور امور حاصل ہوتے ہیں۔

ا) پتہ یہ چلتا ہے کہ ایک ہی جنس کی دو چیزوں کو صرف اس وقت بدل سکتے ہیں جب یہ اتحاد جنس کے باوجود مختلف نوعیتوں پر ہوں، مثال کے طور پر گیہوں اور چاول کی ایک قسم اور دوسری قسم، گھٹیا سونا اور عمدہ سونا یا معدنی نمک اور سمندری نمک وغیرہ۔

ایک دوسرے کے ساتھ ان مختلف اقسام کی ہم جنس چیزوں کے ساتھ بدل سکتے ہیں جبکہ بازار کے نرخ خاطر ملحوظ ہوں۔

لیکن ان میں کمی بیشی سے مبادلہ کرنے کے ساتھ اس ذہنیت کی پرورش پانے کا اندیشہ ہے جو آخر سود خوری اور ناجائز نفع جمع کرنے تک جا پہنچتی ہے۔ بہر حال شریعت نے قاعدہ مقرر کر دیا ہے کہ ہم جنس اشیاء کے مبادلہ کی ضرورت اگر پیش آ جائے تو ضروری ہے کہ دو شکلوں میں سے کوئی ایک شکل ہو۔

Marfat.com

۱) ان کے مابین جو تھوڑا سا قدر و قیمت میں فرق ہو اسکو نظر انداز کر کے برابر مبادلہ کیا جائے۔

۲) شئی کا شئی سے براہ راست مبادلہ کرنے کی بجائے بندہ اپنی شئی بعوض روپے کے بازار کے بھاؤ بیچ دے اور دوسرے آدمی سے اس شئی بعوض روپے کے بازار کے بھاؤ خرید لے۔

کافی عرصہ پہلے تمام سکے سونے اور چاندی کے خالص ہوتے تھے انکی قیمت حقیقت میں سونے اور چاندی کی قیمت کے برابر ہوا کرتی تھی، جس طرح ریال کو ریال سے دینار کو دینار سے بدلتے وقت ناجائز کمانے والے لوگ ناجائز منافع وصول کرتے ہیں۔ جیسا کہ بیرونی سکوں کے تبادلہ کے وقت ہوتا ہے یا ملک کے اندر روپے کی ریزگاری کرتے ہوئے یعنی پیسہ تڑانے والوں سے کچھ پیسہ لیتے ہیں، یہ عمل بھی سودخوری کی طرف لے جاتا ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ نہ چاندی کا تبادلہ چاندی سے اور نہ سونے کا تبادلہ سونے سے کمی بیشی کے ساتھ کرنا جائز ہے، نہ ایک ریال کو دو ریال کے بدلے بیچنا درست ہے۔

Marfat.com

اجناس کی مختلف چیزوں کا آپس میں مبادلہ:

کمی بیشی کے ساتھ یہ مبادلہ ہوسکتا ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ یہ مبادلہ دست بدست ہو مگر اس شرط کی وجہ یہ ہے جو لین دین دست بدست ہوگا وہ بازار کے نرخوں پر ہی لامحالہ ہوگا۔ مثال کے طور پر جو آدمی چاندی دے کر سونا لے گا، سود کی صورت میں وہ نقد سونے کے بالمقابل اتنی ہی چاندی دے گا جتنی اسے بازار کے بھاؤ کے لحاظ سے دینی چاہیئے، چنانچہ قرض کی صورت میں کمی بیشی کا معاملہ اس اندیشہ سے خالی نہیں ہوسکتا۔ مثلاً جو آدمی آج تولہ

چاندی دے کر یہ طے کرتا ہے کہ ایک ماہ بعد وہ تولہ چاندی کی بجائے دو تولہ لے گا اس میں اسکے پاس حقیقت میں معلوم کرنے کا کوئی طریقہ نہیں کہ ایک ماہ بعد ۲۰ تولے چاندی ایک تولہ سونے کے برابر ہوگی۔

گزارش یہ ہے کہ اس نے چاندی اور سونے کے درمیان مبادلے کی اس نسبت کا جو پیشگی مقرر کرلیا، لیکن ایک طرح کی سودخورانہ اور خواباز ذہنیت کا نتیجہ بھی ہوسکتا ہے۔

بیع اور سود کا فرق

۱) بیع اور سود میں کیا فرق ہے؟

۲) سود کی خصوصیات کیا ہیں جس کی وجہ سے اسکی نوعیت بیع سے مختلف ہوتی ہے؟

۳) کس بنا پر اسلام نے اس کو منع کیا ہے؟

سود میں جو نفع اور زیادتی ہوتی ہے وہ مال کے مقابلہ اور عوض میں ہوتی ہے۔

سود میں جو نفع اور زیادتی ہوتی ہے وہ بغیر بدلہ کے ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر کسی نے ایک درہم کی قیمت کپڑا دو درہم میں فروخت کیا تو ایک درہم تو ایک درہم کے مقابلہ میں ہوگا اور دوسرا درہم بلا عوض بغیر کسی مقابلہ کے ہوگا، چنانچہ سب دراہم ایک جنس ہیں اور کپڑا اور درہم علیحدہ علیحدہ جنس ہیں، ہر ایک نفع اور ہر ایک کی غرض بھی علیحدہ علیحدہ ہے۔ لیکن اس لئے کپڑے اور درہم میں فی نفسہ موازنہ محال اور ناممکن ہے۔ خرید و فروخت میں مقابلہ فروخت و رغبت اور حاجت کا ہوتا ہے کسی کی رغبت اور ضرورت کچھ ہوتی ہے اور کسی کی کچھ۔ بات یہ ہے کہ کسی کو ایک درہم جتنی حاجت ہوتی ہے کہ دس روپے کا کپڑا اس کی نظر میں

Marfat.com

کچھ نہیں ہوتا اور کسی کو ایک کپڑے کی جس کی بازار میں قیمت ایک درہم ہے اتنی حاجت ہوتی ہے کہ دس درہم کی۔ اس کو اتنی حاجت نہیں ہوتی ایسی صورت میں اگر کوئی ایک درہم کے کپڑے کو ایک ہزار درہم میں بھی خرید لے تو وہ سود نہ ہوگا۔ یعنی یہ نفع خالی از عوض نہ ہوگا لیکن روپے اور کپڑے میں موازنہ اور مساوات فی نفسہ ممکن نہیں صورت حال یہ ہے جنس کو دیکھا جائے تو مختلف ہے۔ پیانہ اپنی اپنی ضرورت اور رغبت ہوگی۔ رغبتوں اور ضرورتوں میں بہت فرق ہے مثلاً ایک روپے کی قیمت کا کپڑا دس روپے میں فروخت ہو تو مجموعی قیمت کا مقابلہ مجموعی مال سے کیا جائیگا۔ اجزاء کا مقابلہ اجزاء سے نہ ہوگا ذرا غور فرمائیں اگر ایک درہم کو دو درہم کے مقابلے میں فروخت کیا جائے تو یہاں مقابلہ مجموعہ کا مجموعہ سے نہ ہوگا بلکہ اجزاء کا اجزاء سے مقابلہ ہم جنس ہونے کی وجہ سے اجزاء میں مساوات اور موازنہ ممکن ہے چنانچہ ایک درہم ایک درہم کے مقابلے میں ہوگا لیکن بات یہ ہے کہ دوسرا درہم خالی از عوض ہو کر سود ہو جائیگا اور شریعت نے جس کو حرام قرار دیا ہے۔ بحر حال بیع میں قابلِ معاوضہ چیزوں کا مبادلہ ہوتا ہے۔ جس آدمی نے بیع اور سود کو برابر قرار دیا اس نے معاوضہ اور مقابلہ میں ضبط اور بدحواسی سے کام لیا اس لیے اس کا انجام یہ ہوا کہ سود خور قبر سے دیوانہ اور مخبوط الحواس بنا کر اٹھایا جائے گا اور ہر عمل کا بدلہ اسکے مناسب ہوتا ہے۔ سود خور اپنی سوچ میں جس طرح بیع میں نفع اور زیادتی سمجھتا ہے دونوں میں کوئی فرق نہیں محسوس کرتا۔ دلائل اس طرح دیتا ہے کہ جیسے بیوی عورت ہے اس طرح ماں بھی عورت ہے۔ پھر اس کی کیا وجہ کہ بیوی تو حلال ہے اور ماں حرام ہے۔

Marfat.com

سود اور اس کے حرام ہونے کے اسباب

۱) سود خوری سے صلہ رحمی، انسانی ہمدردی اور مروت کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔

۲) سود خوری کی وجہ سے مال اور دنیا کی محبت قلب اس درجہ راسخ ہو جاتی کہ طمع اور حرص اس کو ہر عیب اور معصیت سے اندھا بنا دیتی ہے۔

۳) سود آدمی کو بے رحم بنا دیتا ہے اور بے ایمانی اور فریب دہی کے عجیب عجیب طریقے اسکے نفس میں القاء کرتا ہے۔ حتیٰ کہ آدمی کو آدمیت سے خارج کر دیتا ہے۔

۴) سود سے ملک کی ترقی پر اثر پڑتا ہے اس لیے کہ جب مال دار سود کے ذریعے سے اپنا مال بڑھائیں گے تو تجارت، زراعت، صنعت اور حرفت پر روپیہ نہیں لگائیں گے جس پر ملک کی ترقی کا انحصار ہے۔ اس شخص کو بلا محنت اور بلا مشقت فائدہ تو ہو جائیگا لیکن یہ فائدہ انفرادی اور شخصی ہو گا اجتماعی نہ ہو گا۔ سود خور بغیر کسی عوض کے اپنی رقم سے نفع حاصل کرنا چاہتا ہے جب اصل رقم بعینہ واپس آ گئی تو یہ زائد رقم کس چیز کا معاوضہ ہے۔

تجارت کا اصول ایک دوسرے پر رضا مندی

تجارت کا اصول آپس میں رضا مندی ہے تاجروں کا ایک دوسرے پر رضا مند ہونا ہے جیسا کہ باری تعالیٰ نے فرمایا:

﴿الا ان تکون تجارۃً عن تراض منکم﴾

Marfat.com

ترجمہ: مگر یہ کہ سود تمہاری باہم رضامندی سے ہو

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تجارت کا دارومدار آپس میں باہم رضامندی پر ہے۔ اسی رضامندی کی تکمیل کے لیے شریعت نے خرید وفروخت میں خیارِ عیب خیارِ شرط اور خیارِ رؤیت کو شروع کیا ہے۔

جو شخص تجارت میں غلہ خریدتا ہے وہ کھانے کے لیے یا کاشت کرنے کے لیے یا پھر فروخت کرنے کے لیے خریدتا ہے۔

لیکن صورتِ حال یہ ہے کہ یہ سب حقیقی منافع اور وقعتہً فوائد ہیں۔ جن کے حاصل کرنے کے لیے روپیہ خرچ کیا جاتا ہے۔ بائع اور مشتری کے اختیار اور رضاء و رغبت سے یہ عمل طے پاتے ہیں اور سود کا جو بھی عمل طے ہوتا ہے وہ مجبوری اور ناگواری کے ساتھ ہوتا ہے۔ جو بندہ ایک سو روپے دینے کا معاملہ کرتا ہے، بات بڑی واضح ہے کہ خوشی سے وہ ہرگز نہیں کرتا بلکہ مجبوراً اور لاچاری و ناگواری سے کرتا ہے کیونکہ اسے دل سے یقین ہوتا کہ مجھے سودی عمل سے حقیقی اور واقعی فوائد حاصل نہیں ہوئے۔

حقیقت یہ ہے کہ سود خوری انسانی ہمدردی اور ترحم کے بھی خلاف ہے۔ اصولِ تجارت اور مصلحت عام کے بھی خلاف ہے۔ معاملہ کی بنا لاچاری، تلخی اور ناگواری و مجبوری پر ہے۔ اس معاملہ کی وجہ سے ہر شخص اپنے دل میں بجائے خوشی کے پریشانی محسوس کرتا ہے۔

صورتحال یہ ہے کہ سودی قرض کو اپنی گردن پر ایک بوجھ سمجھتا ہے اور اسکے اظہار کرنے میں شرماتا ہے۔ حقیقت میں سود روحانی اور اخلاقی مفاسد کا ذریعہ ہے شریعت کے پیشِ نظر یہ نہایت سخت اور ناقابل درگزر ہے۔ اس واسطے باری تعالیٰ نے ربا کو حرام قرار

Marfat.com

دیا اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سودی کاروبار اور اجتماع تمدن کے لیے بھی شریعت کے نقطہ نظر میں سود نہایت سخت اور نا قابل درگزر عمل ہے۔ باری تعالیٰ نے مسلمانوں پر رحم فرمایا اور مصلحت کی بناء پر ربا کو حرام کیا۔

سودی عمل اور مقصد کاروباری حکمت کے خلاف ہے:

امام غزالیؒ احیاء العلوم جلد چہارم صفحہ ۷۹ پر سود کے بارے میں فرماتے ہیں۔ خلاصہ قارئین کو پیش کیا جاتا ہے، آپ فرماتے ہیں دو ربا کی حقیقت یہ ہے کہ روپیہ کی روپیہ سے تجارت کر کے نفع اٹھایا جائے اور روپیہ کی روپیہ سے تجارت کرنا اس کی اصل وضع کے خلاف ہے اس لئے درہم و دینار (سونا چاندی) مقصود بالذات نہیں بلکہ ضروریات زندگی کے حصول کا ذریعہ ہے اور وسیلہ اور غیر مقصود کو اس کی حد سے نکال کر اس کے مقصود بالذات تک پہنچانا یہ سراسر اسکی وضع کے خلاف ہے، جب روپیہ کی روپیہ سے تجارت ہونے لگے تو وسیلہ وسیلہ نہ رہا بلکہ مقصود بن گیا۔ سونا اور چاندی مقصود بالذات نہیں فقط سونے اور چاندی سے انسان کی زندگی نہیں گزر سکتی جب تک سونے اور چاندی کو کھانے پینے اور رہنے سہنے کا ذریعہ نہ بنایا جائے محض سونے اور چاندی سے دنیا کی کوئی ضرورت پوری نہیں ہوسکتی۔ سونے اور چاندی اپنی ذات سے ایک قسم کے پتھر ہیں کہ رب العالمین نے سونے اور چاندی کو اپنی قدرت کاملہ سے ایک میزان (ترازو) بنایا ہے۔ جس سے اشیائے عالم کی قیمتوں کا وزن ہوتا ہے اور یہ سونا اور چاندی خدا کی پیدا کردہ عجیب ترازو ہیں جو بندہ اس کا مالک ہوگیا وہ دراصل سب چیزوں کا مالک ہوگیا، وہ سونے اور چاندی کے ذریعے جو چاہے خرید سکتا ہے۔ کپڑے سے کھانے کی

Marfat.com

ضرورت پوری نہیں ہو سکتی مگر با ایں ہمہ محض سونے اور چاندی کی ذلت سے نہ بھوک دور ہو سکتی ہے نہ پیاس نہ ہی سردی دور ہو سکتی ہے اور نہ ہی گرمی۔

پتہ یہ چلا کہ سونا اور چاندی مخصوص بالذات نہیں بلکہ ضروریات مقصودہ کا وسیلہ اور ذریعہ ہیں۔ درہم و دینار نحویوں کے حرف کی طرح ہیں کہ معنیٰ فی نفسہ کیلئے وضع نہیں ہوتے بلکہ معنیٰ فی غیرہ کیلئے وضع ہوتے ہیں۔ آئینے کی طرح لے لیں جس طرح آئینہ دوسری اشیاء کے الوان (رنگوں) کے دیکھنے کا آلہ ہے خود مقصود نہیں۔ اسی طرح درہم و دینار اشیائے عالم کی قیمتوں اور مرتبوں کے اندازہ کرنے کا ایک آلہ ہے۔ خود مقصود نہیں سونا اور چاندی ظاہر میں سب کچھ ہے مگر حقیقت میں کچھ بھی نہیں ضرورت کے وقت سوکھی روٹی کا ٹکڑا اور پھٹے ہوئے کپڑے کا چیتھڑا کام دے جاتا ہے مگر سونے کا ٹکڑا کام نہیں دیتا، تندرستی میں غذا مقصود ہے اور بیماری میں دوا مقصود ہے سونا اور چاندی اس مقصود کے حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے پیدا کیا کہ اس کے ذریعے اپنی ضروریات زندگی کو حاصل کرو۔ پس جس شخص نے روپیہ سے تجارت کر کے نفع اٹھایا اس نے اسکی اصل وضع کے خلاف کیا بڑا ہی ظلم کیا اور کسی شے کو بے محل رکھنا اور خلاف وضع استعمال کرنے ہی کا نام ظلم ہے۔

(احیاء العلوم کتاب الشکر جلد ۴ صفحہ ۹۷)

تمام شریعتوں میں سود حرام رہا!

سودی کاروبار درست نہیں کیونکہ سود تمام شریعتوں اور آسمانی دینوں میں حرام رہا۔ باری تعالیٰ نے یہود کی مذمت میں فرمایا:

Marfat.com

واخذھم الربوٰ و قد نھو عنه (سورۃ النساء پارہ ٦)

ترجمہ: اوراس لئے کہ وہ سود لیتے حالانکہ وہ اس سے منع کئے گئے تھے۔

صاحب نور الفرقان فرماتے ہیں کہ اس سے دو مسئلے معلوم ہوتے ہیں۔ایک یہ کہ تمام حرام کمائیوں میں سود بدتر ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسکو علیحدہ ذکر فرمایا۔

دوسرا یہ کہ سود، رشوت، چوری، ناچ گانے کی مزدوری یہ تمام چیزیں پہلی شریعتوں میں بھی حرام تھیں۔صاحب ضیاء القرآن اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں، اگرچہ یہود آج دنیا میں سب سے بڑی سود خور قوم ہے اور دولت جمع کرنے میں ہر حیلہ وفریب سے کام لینے میں ضرب المثل ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ انکے دین نے انکو ایسے قباح عمل کی اجازت دی۔ اس لئے قرآن نے بتایا، کہ ان باتوں سے انہیں منع کیا گیا تھا لیکن باز نہ آئے انکی تورات میں اب بھی ایسی واضع آیات ہیں جن میں انہیں سود لینے سے روکا گیا ہے۔"اگر تو میرے لوگوں میں سے کسی محتاج کو جو تیرے پاس رہتا ہو اسے قرض دے تو اس سے قرض خواہ کی طرح سلوک نہ کرنا۔اور نہ اس سے سود لینا"

(خروج ۲۲، ۲۵ بحوالہ ضیاء القرآن جلد اول سورۃ نساء صفحہ ۴۲۰)

زمانہ جاہلیت کا ربا

زمانہ جاہلیت میں بھی زیادتی کا نام ربا تھا جو قرض کی مہلت کے بدلے میں صدیوں سے لی جاتی تھی۔قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں:

الربا فی اللغة الزیادة قال الله تعالیٰ ویربی الصدقت والمعنی ان

الله حرم الزیادة فی القرض علی القدر المرفوع۔

ترجمہ: ربا کے لغوی معنی زیادتی کے ہیں اس لئے قرآن میں یربی الصدقات آیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ صدقات کو بڑھاتا ہے اور حرمت ربا کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرض میں دیئے ہوئے مال سے زائد لینے کو حرام قرار دیا ہے۔

علامہ ابن جریر طبری فرماتے ہیں:

و حرم الربا یعنی الزیادة التی یزادلرب المال بسبب زیادة عظیمه فی الا جل و تاخیر دینه علیه.

ترجمہ: ربا حرام، ربا سے مراد وہ زیادتی ہے جو مال والے کو ملتی ہے اس لئے کہ اس کے قرض دار نے میعاد میں زیادتی کر کے ادائیگی قرض میں دیر کردی۔

(تفسیر ابن جریر طبری)

امام رازیؒ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

۳) اعلم ان الربوٰ قسمان ربوٰ النسیئة وربا الفضل اما ربوٰ النسیئة فهوالامر الذی کان مشهورا متعارفا فی الجاهلیة وذلک النهم کانو یدفعون المال علی ان یاخذو کل شهد قدرا معینا ویکون راس المال باقیا ثم اذا حل الدین طلبو المدیون براس المال فان تعذر علیه الاداء زاد. وافی الحق والاجل فهذا والربو الذی کانو فی الجاهلیة یتعاملون به واماالربو النقد فهوان یباع من الحنطة بمن وین منها وما اشبه ذلک۔

Marfat.com

(تفسیر کبیر)

ترجمہ: سمجھ لو کہ ربا کی دو قسمیں ہیں ایک ادھار کا ربو دوسرا نقد پر زیادتی کا ربو پھر ادہار کاروبار وہی ہے جو زمانہ جاہلیت سے مشہور و متعارف چلا آتا ہے جس کی صورت یہ ہے کہ لوگ اپنا روپیہ ادھار پر اس شرط پر دیتے کہ اتنا روپیہ اسے ماہوار سود دینا ہوگا اور رأس المال بدستور باقی رہے گا پھر جب قرض کی میعاد پوری ہو جاتی تو وہ قرض دار سے رأس المال طلب کرتے اگر قرض دار اس وقت ادا کرنے سے عذر کرتا تو وہ میعاد میں اور زیادتی کر دیتے اور اسکا سود بڑھا دیتے۔ ربا کی یہ قسم زمانہ جاہلیت میں رائج تھی اور رباء النقد (جس کا بیان حدیث میں آیا ہے) یہ ہے کہ گیہوں کا ایک من کے بدلے دو من لیا جائے اور اسی طرح دوسری اشیاء۔

احکام القرآن

۴) **ابوبکر جصاص حنفیؒ فرماتے ہیں:**

فمن الربوٰ ما هو بيع و منه ماليس بيع و هو ربوٰ الجاهلية وهو القرض المشروط فيه الاجل و الزيادة مال على المستقرض۔

(احکام القرآن)

ترجمہ: ربا کی ایک قسم وہ ہے جو بیع میں ہوتا ہے اور دوسرا وہ جو بیع میں نہیں ہوتا اور ربا جاہلیت میں جاری تھا، جس کی حقیقت یہ ہے کہ قرض کسی میعاد کیلئے اس شرط پر دیا جائے کہ قرض لینے والا اس پر کچھ زیادتی ادا کرے گا۔

Marfat.com

مذکورہ بالا حوالہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ لفظ ربا ایک خاص عمل کیلئے نزول قرآن سے پہلے عربی زبان میں متعارف چلا آتا تھا۔اس معاملہ کا رواج پورے عرب میں تھا، جس پر نفع قرض دے کر حاصل کیا جائے۔اہل عرب صرف اسی کو ربا کہتے اور سمجھتے تھے۔قرآن کریم نے اسی ربا کو حرام فرمایا اور نبی کریم ﷺ نے اسی ربا کو حجۃ الوداع کے خطبہ میں رباء الجاہلیت کہا اور اسی کے نام سے موسوم فرما کرنا جائز قرار دیا۔

احکام ربا اور قرآن

الذین یاکلون الربوٰ لا یقومون الا کمایقوموا الذی یتخبطہ الشیطان من المس ذالک بانھم قالو انماالبیع مثل الربوٰ واحل البیع وحرم الربافمن جاءہ موعظۃمن ربہ فانتھی فلہ ما سلف وامرہ الی اللہ ومن عاد فاولئک اصحب النار ھم فیھا خلدون

ترجمہ: وہ جوسود کھاتے ہیں قیامت کے دن اس طرح کھڑے ہونگے جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ شخص جسے آسیب نے چھوکر مجنون بنا دیا۔یہ اس لئے کہ انہوں نے کہا بیع بھی تو سود ہی کی مانند ہے اور اللہ تعالیٰ نے حلال کیا۔بیع کو اور حرام کیا سود کو تو جسے اس کے رب کے پاس سے نصیحت آئی اور وہ باز رہا تو اسے حلال ہے جو وہ پہلے لے چکا اور اس کا کام خدا کے سپرد ہے اور جواب ایسی حرکت کرے گا وہ دوزخی ہے، وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔

اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ قبروں سے مدہوش اٹھیں گے، وحشت زدہ کی صورت میں سبب یہ ہوا کہ ان لوگوں نے حلال اور حرام کو یکساں کردیا، سود اور خرید وفروخت کو

Marfat.com

برابر سمجھا۔مخبوط الحواس آدمی کا کام یہ ہے کہ حلال وحرام جائز وناجائز کو یکساں سمجھتا ہے اور سود خوروں کی سزا یہ رکھی گئی ہے کہ قیامت کے دن انہیں قبروں سے آسیب زدہ اور مجنون کی حالت میں اٹھایا جائے گا۔لیکن جولوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن اپنی قبروں سے اس طرح اٹھیں گے جیسے وہ شخص جسے جنات نے خبطی اور بدحواس بنادیا ہو کیونکہ دنیا میں وہ مال کی محبت اور خبط میں گرفتار رہا۔اسی خیال اور خبط میں مرااور اس کا حشر بھی اسی خبط کی حالت میں ہوگا۔یہ سزا تجویز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ سود خور حلال وحرام کو ایک کرنا چاہتے ہیں۔اور وہ سود کو حلال کرنے کیلئے دلائل یہ دیتے ہیں۔ذرا غور فرمائیں، بیع یعنی خرید وفروخت اور سوداگری بھی تو مثل سود کے ہے۔بیع میں جس طرح زیادتی اور نفع ہوتا ہے سود میں بھی اسی طرح زیادتی اور نفع ہوتا ہے۔فرق دونوں میں نہیں لیکن وجہ کیا ہے کہ بیع تو جائز ہے اور سود حرام۔

حقیقت میں کلام اس طرح تھا کہ

Marfat.com

انما الربوٰ مثل البیع

یعنی سود مثل سوداگری کے ہے۔حرمت ربوٰ کی نفی میں مبالغہ کرنے کے لئے کفار نے اصل کلام کا عکس کردیا۔

انما البیع مثل الربوٰ یعنی بیع حلال ہونے میں مثل سود کے ہے۔

صورت حال یہ ہے کہ حلت یعنیٰ حلال ہونے میں سود اصل ہے اور بیع حلال ہونے میں سود کے مشابہ ہے لہذا ان لوگوں نے اس وجہ سے کہ ان دونوں میں نفع مقصود ہوتا ہے دونوں کو حلال سمجھ لیا مگر بیع اور ربا میں بڑا فرق ہے۔جو اہل علم وتحقیق پر مخفی نہیں ہے۔اگر یہ سمجھ

لیں کہ کوئی فرق بھی نہیں تو فرق کیلئے اتنا ہی کافی تھا، باری تعالیٰ جو پیدا کرنے والا ہے اس بیع اور تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا۔ جب باری تعالیٰ خالق و مالک ہے جس چیز کو چاہے حلال کرے اور جس چیز کو چاہے حرام کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس بارے میں کسی کو سوال کرنے کا کوئی حق نہیں۔

علماء تفسیر نے فرمایا:

ایک خاصیت سود کی یہ ہے کہ مال کی محبت میں سود خور ایسا بدمست اور مدہوش ہو جاتا ہے کہ مال کو جمع کرنے اور بڑھاتے رہنے میں اپنے جسم و جان اور آرام و راحت کی بھی فکر نہیں رہتی قرآن کریم کے ارشاد میں سود کھانے کا تذکرہ ہے اور مطلقاً اس سے مراد نفع اٹھانا ہے۔ خواہ پینے یا کھانے کی صورت میں ہو لیکن استعمال کی صورت میں عرفِ عام میں محاورہ کے اعتبار سے اس کو کھانا ہی بولا جاتا ہے۔

آیت نمبر۲: **یمحق اللہ الربوٰ و یربی الصدقات واللہ لا یحب کل کفار اثیم**

ترجمہ: مٹاتا ہے اللہ تعالیٰ سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو اور اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا ہر ناشکرے گنہگار کو۔

صاحب ضیاء القرآن اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ قاعدہ مقرر فرما رکھا ہے سود خور کو برکت نہیں ہوگی اور مال سے اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا نہ اسکی سوسائٹی میں کچھ عزت ہوگی نہ اسکو قلبی سکون ہوگا۔ یہ اسکی حالت دنیا میں ہوگی اور آخرت میں وہ ثواب رضائے خداوندی سے محروم ہوگا۔ (ضیاء القرآن جلد اول)

Marfat.com

ابن عباسؓ سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ یمحق اللہ الربوٰ کے معنی یہ ہیں کہ سود کے مال میں سے نہ کوئی صدقہ اور خیرات مقبول ہے اور نہ حج اور جہاد اور کوئی صلہ رحمی مقبول ہے۔ یہ دنیا کی بربادی ہوئی کہ سود کے روپیہ کا کوئی عمل مقبول نہ ہوا اور اہل عقل کی نظر میں بھی حرام مال کے ہدیہ کی کوئی وقعت اور قیمت نہیں اور خداوند قدوس کے یہاں اگر پاک اور حلال بھی قبول ہو جائے تو اس کا بڑا فضل اور احسان ہے۔

اس آیت میں یہ بھی پتہ چلتا ہے اور جو سود کو کھاتے ہیں اس میں برکت نہیں ہوتی سود خور پر کبھی تو دنیا میں ہی بربادی آجاتی ہے اور اگر دنیا میں اللہ نے ڈھیل دی تو آخرت میں تو تباہی اور بربادی یقینی ہے اللہ اپنے کرم سے محفوظ فرمائے۔ آمین

اس آیت میں فرمایا گیا۔ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے ہیں اور صدقات کو بڑھاتے ہیں ۔یہاں ایک خاص مناسبت سے سود کا ذکر صدقات سے کیا گیا لیکن دیکھا جائے تو سود کا اور صدقہ میں بڑا فرق ہے دونوں کی کیفیت اور حقیقت میں بھی بڑا تضاد پایا جاتا ہے اور انکے نتائج بھی مختلف ہیں ان دونوں کاموں کے عموماً کرنے والوں کی کیفیات اور حالات اور غرض ونیت بھی مختلف ہیں۔ قرآن کی تفسیر بیان کرتے ہوئے عام مفسرین فرماتے ہیں کہ صاحب تحقیق نے لکھا ہے کہ یہ حکم دنیا و آخرت دونوں میں ہے لیکن دنیا میں سود کا گھٹنا اور صدقہ کا بڑھنا گو حساب اور گنتی کے اعتبار سے مشاہدہ میں نہیں آتا۔ یہاں بات یہ ہے کہ مال و دولت کے اصل مقصود کے لحاظ سے تجربہ اور مشاہدہ کے اعتبار سے بالکل ثابت ہے چنانچہ بات اس طرح کی ہے کہ توضیح اسکی یہ ہے کہ سونا چاندی کسی انسان کی خود تو کوئی ضرورت پورا نہیں کر سکتے۔ نہ پیاس اور بھوک ختم کر سکتے ہیں اور نہ اوڑھنا بچھونا نہ بارش اور نہ دھوپ وغیرہ سے کام

Marfat.com

ہوسکتا ہے۔سونے اور چاندی کا کام تو صرف یہ ہے کہ انسان اپنی ضروریات کے پیشِ نظر بازا رمیں خرید وفروخت کر کے آرام پا سکتا ہے یہ بات تجربہ سے ثابت ہے کہ صدقات وزکوٰۃ دینے والے کے مال میں رب العٰلمین برکت عطا فرماتے ہیں۔

مفسرین نے تذکرہ فرمایا:

کہ سود کا مٹانا اور صدقہ کا بڑھانا آخرت کے لیے تو ہے ہی لیکن اسکے کچھ آثار دنیا میں بھی نظر آتے ہیں۔جس مال میں سود شامل ہو جائے وہ مال اس کو بھی ضائع کر دیتا ہے اہلِ فکر نے کہا ہے سود خور پر چالیس سال گزرنے نہیں پاتے کہ اس کے مال پر نقصان ہو جاتا ہے ۔صاحب فکر نے فرمایا کہ سود کا مال فوری طور پر کتنا ہی زیادہ ہو جائے لیکن وہ مال عمومی اعتبار سے مضبوط اور دیرپا نہیں ہوتا جس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ کوئی آفت کی صورت میں آ کر جس مال میں سود کی آمیزش ہو اس کو برباد کر دیتی ہے۔

آیت نمبر۳: **یایها الذین امنوا تقوالله وذرو ما بقی من الربوان کنتم مومنین (سورۃ البقرۃ)**

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے سود اگر مسلمان ہو۔

صاحب نور العرفان اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اگر سود حرام ہونے سے پہلے مقروض پر لازم ہو گیا تھا کچھ لے لیا تھا کچھ باقی تھا کہ آیت سود کی حرمت کی نازل ہو گئی تو جو سود اس سے پہلے لے لیا تھا وہ واپس نہ کیا جائے اور بقایا سود نہ لیا جائے۔یہی حکم اس کافر کا بھی ہوگا جس کا لوگوں پر سود قرض تھا اور اب وہ مسلمان ہو گیا۔

صاحب نور العرفان اس آیت کے تحت ایک مسئلہ بیان فرماتے ہیں۔اسی طرح

Marfat.com

جو کافر مسلمان ہوا اور اسکے نکاح میں چھ سات بیویاں ہوں تو اب اسلام لا کر چار سے زیادہ کو علیحدہ کرنا پڑے گا اس آیت سے اس قسم کے بہت سے مسائل مستنبط ہوں گے۔

دوسری طرف اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں جس طرح خدا کے خوف کا ذکر کرتے ہوئے سود کو آسان کرنے کی تدبیر کی گئی ہے۔ چنانچہ خوف خدا اور آخرت ایک ایسی چیز ہے جس سے ہر مشکل انسان کے لئے آسان ہو جاتی ہے اور سب رنجشیں، تلخیاں شیریں ہو جاتی ہیں خوف خدا کے اثر سے انسان کے اندر ایک کیفیت پیدا ہوتی ہے اور سود سے انسان اجتناب کر لیتا ہے۔

آیت نمبر ۴:۔ فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من الله و رسوله وان تبتم فلكم رؤس اموالكم لا تظلمون ولا تظلمون o

ترجمہ: پھر اگر ایسا نہ کرو تو یقین کر لو کہ اللہ اور اسکے رسول سے لڑائی کا۔ اور اگر تم توبہ کر لو تو اپنا اصل مال لے لو نہ تم کسی کو نقصان پہنچاؤ اور نہ تمہیں نقصان ہو۔

اس آیت کے تحت صاحب نور العرفان فرماتے ہیں:

دو گناہوں پر اعلان جنگ کیا گیا ہے ایک سود لینے پر دوسرے ولی اللہ سے عداوت رکھنے پر جیسا کہ حدیث میں ہے۔ معلوم ہوا کہ سود لینا سود دینے سے زیادہ سخت جرم ہے کہ سود لینے والے کو اعلان جنگ نہیں وہ جو حدیث میں ہے کہ دونوں برابر ہیں۔ وہاں اصل گناہ میں برابری مراد ہے نہ کہ مقدار گناہ میں۔

Marfat.com

اس آیت کے تحت صاحب ضیاء القرآن فرماتے ہیں۔

سود کے اخلاقی، معاشرتی اور اقتصادی تلافی، نقصانات کے باعث اسکی حرمت کو اتنے شدید پیرائے میں بیان کیا گیا جس کی مثال نہیں ملتی۔ ارشاد ہے جو ان احکام کے بعد بھی سود لینے کی جرآت کرے گا اس کے خلاف اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا اعلان جنگ ہے۔
(ضیاء القرآن)

مذکورہ عبارت کی روشنی میں ایک بات قابل غور ہے۔

اس آیت میں جو شرط لگائی گئی ہے کہ راس المال ملنے کے لئے بھی سود سے توبہ کرلو مفہوم اس کا یہ نکلتا ہے کہ اگر سود سے توبہ نہ کی تو راس المال بھی ضبط ہو جائے گا۔

علماء تفاسیر اور رفقاءؒ نے اسکی یہ تشریح کی ہے کہ سود سے توبہ نہ کرنے کی بہت زیادہ صورتیں پائی جاتی ہیں، جن میں راس المال اصل بھی ضبط ہوسکتا ہے۔ مثال کے طور پر سود کو حرام ہی نہ سمجھیں تو یہ قرآن کے قطعی حکم کی خلاف ورزی ہے۔

آیت نمبر ۵:۔ **یا ایھاالذین امنو لا تاکلو الربوٰ اضعافا مضعفة واتقو ا لعلکم تفلحون ۝** (سورۃ عمران)

ترجمہ: اے ایمان والو نہ کھاؤ سود دو گنا چوگنا کر کے اور ڈرتے رہو اللہ سے تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

صاحب خزائن العرفان اس آیت کے تحت فرماتے ہیں

اس آیت میں سود کی ممانعت فرمائی گئی ہے مع توبیخ کے اس زیادتی پر جو اس زمانہ میں معمول تھی کہ جب میعاد آجاتی تھی اور قرض دار کے پاس ادائیگی کی کوئی شکل نہ ہوتی تو

قرض خواہ زیادہ کر کے مدت بڑھا دیتا۔ اور ایسا بار بار کرتے جیسا کہ اس ملک کے سود خور کرتے ہیں اور اسکو سود در سود کہتے ہیں۔ (خزائن العرفان)

اس آیت میں غور وفکر کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ باری تعالیٰ مسلمانوں کو سود سے ڈراتے ہیں کفار کی طرح تم یہ خیال نہ کرنا سودی کاروبار سے ہم بھی جنگوں میں مدد لیں، خوب خوب سمجھ لیں کہ سودی کاروبار کرنا اللہ سے جنگ مول لینا ہے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ اس سے دور رہیں چنانچہ معلوم یہ ہوا کہ جسطرح انفرادی ضرورت کی بنا پر قرض دے کر سود لینا حرام ہے اجتماعی تجارت میں بھی اسی طرح سودی کاروبار حرام ہے۔ جاہلیت کے زمانہ میں دونوں طرح کا سود مروج تھا، لیکن انفرادی طور پر بھی لوگ تجارت کرتے تھے۔ بات یہ ہے کہ اجتماعی طور پر پورا قبیلہ مل کر بھی یہی تجارتی کاروبار کرتا تھا، فی زمانہ کمپنی اور بینک نام رکھا گیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ پہلے زمانے میں باقی تھا آج بھی وہی باقی ہے۔ حقیقت نام بدلنے سے نہیں بدلتی۔ قرآن پاک کے نازل ہونے سے احکام قرآن کا علم ہوا جس نے ہر قسم کے سود کو حرام قرار دیا خواہ تجارت اجتماعی ہو یا انفرادی اس کا مطلب یہ ہے کہ کمپنی کی تجارت پر ہو جیسا کہ تفاسیر کی کتب میں مذکور ہے کہ انفرادی اور قبائلی ربا کے بالتفصیل واقعات مذکور ہیں۔

مطلق قرآن کریم نے سود کو حرام قرار دیا وہ کسی صورت سے بھی ہو شریعت میں ربا اسی مالی زیادتی کا نام ہے جس کے مقابلہ اور عوض میں کوئی مال نہ ہو۔

مثال کے طور پر کسی آدمی نے کسی کو سو روپیہ قرض دیا اور قید یہ لگائی کہ چھ ماہ کے بعد واپس کرو تو اس پر پانچ روپے زائد لوں گا۔ اور اگر سال بعد ادا کیئے تو دس روپے لوں گا۔ چنانچہ

Marfat.com

جب اس آدمی نے سو روپیہ قرض کے بدلے میں ایک سو دس دیئے تو دس روپے کسی مال کے عوض اور مقابلہ میں نہیں یہ سود ہوا، کیونکہ کسی مال کے عوض اور بدلہ میں یہ زیادتی نہیں رہتی۔ زمانہ جاہلیت اولیٰ کا سود جسطرح حرام تھا اس طرح جاہلیت ثانیہ یعنی اس متمدن اور مہذب جاہلیت کا سود بھی قطعاً حرام ہوگا، اگر کوئی جدت پسند یہ کہتا ہے کہ شخصی ضروریات کے لئے سودی کاروبار حرام ہے لیکن اجتماعی تجارت کے لئے حلال ہے تو یہ قرآن وحدیث میں تحریف ہوگئی۔

زمانہ جاہلیت میں صرف انفرادی ضرورتوں کے لئے سود ہوتا تھا اسکا رواج اجتماعی تجارت پر نہ تھا۔ پہلی بات کہ یہ غلط ہے کیونکہ زمانہ جاہلیت میں دونوں قسم کا سود رائج تھا، اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ اجتماعی تجارت پر اس زمانہ میں سود رائج نہ تھا لیکن اس زمانہ میں اس خاص صورت کا موجود نہ ہونا ہمارے مضر نہیں۔

شریعت نے مطلق ربا کو حرام قرار دیا ہے ربا کی توصیف جس معاملہ پر سچی آئے گی وہ حرام ہوگا۔ شریعت نے چوری اور زنا کو حرام قرار دیا ہے لیکن حلال وحرام کا مدار اصل حقیقت پر ہے۔ مسلمانوں! بات یہ ہے کہ سود کا دستور جاہلیت کے زمانہ میں ایسا تھا جیسا ہندوستان کے بنیے اور لالہ لوگ کہتے ہیں۔ مثال کے طور پر مدت معینہ پر قرض دار رقم ادا نہ کرسکا تو قرض خواہ اصل میں سود کو شامل کر کے قرض کی مدت بڑھا دیتا ہے۔ اور کچھ دنوں کیلئے اس کو مہلت دے دیتا ہے۔ سود اگلی قسط میں پھر اور بڑھ جاتا ہے، اگر قرض دار بوجہ مجبوری ادا نہ کرسکتا ہو تو سود خور اصل میں جمع کر کے سود اور اس پر اور لگاتا اس اعتبار سے بڑھاتا رہتا یہ سمجھ لیں ایک سو روپے کے بدلے ایک ہزار روپے کی مالیت کی جائیداد کا مالک ہوجاتا۔

Marfat.com

چنانچہ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اے ایمان والو نہ کھاؤ سود دوگنا، چوگنا اصل سے کئی گنا زیادہ ہو جائے، مقصد یہ ہے کہ اصل قرض سے زائد لینا چاہیئے ایک پائی ہی کیوں نہ ہو وہ بھی حرام ہے اور صریح ظلم ہے۔

آیت نمبر ۶:۔ **فبظلم من الذین ھادوا حرمنا علیھم طیبٰتٍ احلت لھم وبصدھم عن سبیل اللہ کثیرا ہ**

ترجمہ: پس یہودیوں کے ظلم کی وجہ سے ہم نے ان پر کئی پاک چیزیں حرام کر دیں جو پہلے ان پر حلال تھیں اور اس وجہ سے کہ وہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے بہت روکتے تھے۔

(سورۃ النساء پارہ نمبر ۶)

اس آیت میں بتایا گیا کہ یہود کی نافرمانیوں کی وجہ سے بہت ساری حلال پاکیزہ چیزیں بطور سزا ان پر حرام کر دی گئیں جو کہ حقیقت میں حرام نہیں تھیں۔

ذاتی اور حقیقی اعتبار سے تو ہر شریعت میں حرام صرف وہ چیزیں کی گئی ہیں جو ناپاک اور پلید ہیں۔لیکن صحت روحانی اور جسمانی انسان کے لئے مضر اور مہلک ہوں مگر باقی تمام چیزیں باری تعالیٰ نے طیب حلال انسانوں کے لئے مقرر فرما دیں۔ چنانچہ یہود گناہوں اور جرائم کی وجہ سے سزا میں مبتلا کئے گئے۔لیکن لطف کی بات یہ ہے کہ سورۃ انعام کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ پاکیزہ طیبٰت کو حرام کر دیا اور یہود کو محروم کر دیا۔

آیت نمبر ۷) **واخذھم الربوٰ وقد نھو اعنہ واکلھم اموال الناس بالباطل واعتدنا للکافرین منھم عذابا الیما** (سورۃ النساء پارہ نمبر ۶)

ترجمہ: اور اس لئے کہ وہ سود لیتے حالانکہ وہ اس سے منع کئے گئے تھے اور لوگوں کا مال ناحق

Marfat.com

کھا جاتے اوران میں جو کافر ہوئے ہم نے انکے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

صاحب ضیاء القرآن اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

اگر چہ یہود آج دنیا میں سب سے بڑی سود خور قوم ہے اور دولت جمع کرنے میں ہر حیلہ اور فریب سے کام لینے میں ضرب المثل ہے لیکن اسکا یہ مطلب نہیں کہ انکے دین نے انکو ایسے قبائح کی اجازت دی، اس لئے قرآن نے بتایا کہ ان باتوں سے انہیں منع کیا گیا تھا، لیکن باز نہ آئے، انکی تو تورات میں اب بھی ایسی واضح آیات موجود ہیں جن میں انہیں سود لینے سے روکا گیا ہے۔

(ضیاء القرآن جلد اول)

صاحب نور العرفان اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ تمام حرام کمائیوں میں بدتر سود ہے، دوسرا کہ سود، رشوت، چوری اور ناچ گانے کی مزدوری پر تمام چیزیں پہلی شریعتوں میں بھی حرام تھیں۔

(نور العرفان)

آیت نمبر۸:۔ **وما اٰتیتم من ربا لیربو فی اموال الناس فلا یربو عند الله وما اٰتیتم من زکوٰۃ تریدون وجه الله فاولٰئک هم المضعفون ہ**

ترجمہ:۔ اور جو چیز تم زیادہ لینے کو دو کہ دینے والے کے مال بڑھیں تو وہ اللہ کے یہاں نہ بڑھے گی اور جو تم خیرات دو اللہ کی رضا چاہتے ہوئے تو انہی کے دونے ہیں۔

اس آیت کے تحت فرماتے ہیں یہاں ربا شرعی معنی میں نہیں بلکہ سود لغوی معنی میں ہے۔اس

آیت کی تفسیر سے پتہ چلتا ہے، چونکہ اہل زمانہ سودی کاروبار میں مبتلا تھے اور انکی یہ سمجھ تھی کہ مال میں زیادتی اور ترقی سود کی وجہ سے ہوتی ہے، مال میں صدقہ وخیرات سے کمی آجاتی ہے، اس طرح اسکے بعد بھی آیات بینات میں فرماتے ہیں کہ یہ نہ سمجھنا کہ اقرباء اور فقراء کے ساتھ سلوک اور احسان کرنے سے مال میں کمی آجائیگی۔ احسان اور سلوک کرنے سے مال کم نہیں ہوتا سود سے مال کم ہوتا ہے، لیکن بات یہ ہے کہ جو تم سود دیتے ہو تا کہ لوگوں کے مال میں زیادتی ہو جائے تو وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا، جو مال حرام ذریعہ سے آئے وہ ظاہری صورت میں بڑھتا ہے، مگر حقیقت کے اعتبار سے گھٹتا ہے، بظاہر جیسے رشوت سے مال بڑھتا نظر آتا ہے، حقیقت میں وہ مال پلید ہے اور پلید مال کو ترقی سمجھنا حماقت ہے، اسلام حرص اور طمع کی اجازت نہیں دیتا۔ چنانچہ نجاست کے جراثیم یہ سمجھتے ہیں کہ اگر سودی کاروبار بند ہو جائے تو ہم سب پر موت آجائے لیکن سودی کاروبار والے علماء کہتے ہیں کہ سود کی حرمت ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے بعض علماء نے اس طرح فرمایا کہ آیت میں ربا سے سود بیاج مراد نہیں بلکہ ربا سے وہ ھدیہ اور ہبہ مراد ہے۔ کسی کو بھی اس نیت سے دیا جائے اس سے بڑھ کر وہ شخص احسان کردے گا، تو اللہ کے نزدیک ایسا احسان موجب خیر وبرکت نہیں جس طرح رب العالمین فرماتے ہیں۔

ولا تمنن تستکثر

اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسا مال پھیلتا اور پھولتا نہیں۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص کسی شخص کو کوئی چیز اس نیت سے دیتا ہے کہ وہ مجھے اس سے زیادہ دے گا اگرچہ بظاہر یہ ربا حرام نہیں لیکن اس صورت کو باریک بینی سے دیکھا جائے تو نیت اور ارادہ

کے اعتبار سے یہ بھی ایک قسم کا ربوٰ ہے ابن عباسؓ اس آیت کی تفسیر بیان فرماتے ہیں اور امام شافعی سے بھی منقول ہے۔ غور فرمائیں:

سمجھو خوب شریعت کی نظر میں ظاہری جس طرح ربا حرام ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ حرمت اور نجاست کسی کی ظاہری ہے اور کسی کی پوشیدہ ہے۔ اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ باری تعالیٰ نے فرمایا:

فلیر بو عند الله

ترجمہ: وہ نہیں بڑھتا اللہ کے ہاں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سود سے مال میں ترقی اور زیادتی نہیں ہوتی اس لئے سودی عمل سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

حرمت ربوٰ اور حدیث

۱- **ان ابا هريرهؓ عنه قال وسمعت رسول اللهﷺ يقول الحلف منفقه للسلعة و محقة للبركة** (بخاری شریف کتاب البیوع)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا میں نے رسول اللہﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، قسم مال فروخت کرنے والی ہے اور برکت مٹانے والی ہے۔

تشریح: اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ جھوٹی قسم کھانا حرام ہے۔

پہلی بات: علامہ کرمانی نے بھی یہی فرمایا۔

دوسری بات: اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کے ذریعے جو مال لیا جائے اس میں برکت نہیں۔

Marfat.com

تیسری بات: علامہ عینیؒ نے فرمایا آیت میں ارشاد ہے۔اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے۔حالانکہ ربٰو کے معنی زیادتی کے ہیں- زیادتی اور نقص متضاد ہیں، اکٹھے نہیں ہوسکتے۔امام بخاری یہ حدیث لاکر اسے واضع فرمار ہے ہیں کہ اس آیت میں (محق) مٹانے سے مراد برکت اٹھادینا ہے۔ (نزھۃ القاری جلد۳ صفحہ ۴۵۳)

۲- عن مالک بن اوس ابن الحدثان انه قال اقبلت اقول من يعطف الدراهم فقال طلحه بن عبيد اللهؓ وهو عندعمر بن الخطابؓ ارناذهبک ثم ائتنا اذا جاء خادمنا لخطيک ورق فقال عمر بن الخطاب كلا والله لتعطينه ورقه اولترون اليه ذهبه فان رسول الله ﷺ قال الورق بالذهب ربا الاهاء وهاء والبر بالبر ربا الاهاء وهاء والشعير بالشعير ربا الاهاء والتمر بالتمر رباء الا هاء وهاء

(مسلم شریف کتاب المساقاۃ والمزارعہ)

ترجمہ: مالک بن اوس بن حدثان کہتے ہیں، میں یہ کہتا ہوا آیا کہ دراہم کون فروخت کرتا ہے؟ حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ نے کہا، درآں حالیکہ وہ حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس تھے، ہمیں اپنا سودا

دکھاؤ اور پھر آنا جب ہمارا نوکر آئے گا تو ہم تمہیں (قیمت) دے دیں گے۔حضرت عمر بن خطابؓ نے کہا ہرگز نہیں، تم اس کو چاندی ابھی دو ورنہ اس کا سونا ابھی واپس کردو۔کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے، چاندی سونے کے عوض سود ہے، مگر جو نقد بہ نقد ہو اور جَو، جَو کے عوض سود ہے مگر جو نقد ہو اور کھجور، کھجور کے بدلے میں سود ہے مگر جو نقد بہ نقد ہو۔

تفسیر حدیث: اس حدیث کی تشریح بیان کرتے ہوئے علامہ نووی فرماتے ہیں کہ فقہاء نے فرمایا کہ جب ربا (جس میں سود ہو) کی ربا سے بیع کی جائے تو اس میں دونوں طرف سے قبضہ کرنا ضروری ہے۔ بشرطیکہ دونوں بدل علت ربا میں متفق ہوں، خواہ ان کی جنس متفق ہو یا نہ ہو، مثلاً سونے کی سونے کے ساتھ بیع ہو یا سونے کی چاندی کے ساتھ بیع ہو۔

فقہاء مالکیہ نے اس حدیث سے یہ استدال کیا ہے کہ عقد کے بعد فریقین کا قبضہ کرنا ضروری ہے، حتیٰ کہ اگر عقد کے بعد قبضہ نہیں ہوا خواہ مجلس میں فریقین نے بدلین پر قبضہ کرلیا ہوتو ان کے نزدیک یہ بیع صحیح نہیں ہے۔

امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور دوسرے فقہاء کا مؤقف یہ ہے کہ جب قبضہ مجلس میں ہو جائے تو بیع صحیح ہے خواہ عقد سے مؤخر ہو۔

فقہاء مالکیہ کا اس حدیث سے استدال صحیح نہیں ہے، اس لئے طلحہ بن عبیداللہ نے اس بیع میں سونا لے لیا تھا اور اس کے عوض دراہم کی ادئیگی کو مؤخر کردیا تھا، ان کے خیال میں سونے اور چاندی کی بیع بھی عام بیع کی طرح تھی۔ جناب عمرؓ نے اس مسئلہ کا حل فرمادیا۔

(شرف نواوی مسلم جلد۲ صفحہ۲۴) (مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

۳- عن عبادة بن الصامتؓ قال قال رسول الله ﷺ الذهب بالذهب، والفضة بالفضة والبر، بالبر والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح مثلاً بمثل سواء ليسواء يداً بيد فازا اختلفت هذه الا صناف فبيعو كيف شئتم اذا كان (مسلم شریف کتاب المساقاة والمزارعہ)

Marfat.com

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، سونے کی بیع سونے کے عوض اور چاندی کی بیع چاندی کے عوض اور جو کی بیع جو کے عوض اور کھجور کی بیع کھجور کے عوض اور نمک کی بیع نمک کے عوض برابر برابر اور نقد بہ نقد ہو اور جب یہ اقسام مختلف ہو جائیں تو پھر جس طرح چاہو بیچو بشرطیکہ نقد بہ نقد ہو۔

۴) عن ابی سعید الخدریؓ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ الذهب بالذهب مثلاً بمثل فذكر بمثله

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سونے کے بدلے سونا برابر پھر اس کی مثل حدیث ذکر کی۔

۵) عن عثمان بن عفانؓ ان رسول اللہ ﷺ قال لا تبيعو الدينار ب الدينارين ولا الدراهم بالدرهمين

(مسلم شریف جلد۲ کتاب المساقاۃ والمزارعہ صفحہ۲۴)

ترجمہ: حضرت عثمان بن عفانؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ایک دینار کو دو دیناروں کے بدلے اور ایک درہم کو دو درہموں کے بدلے مت فروخت کرو۔

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے فرمودات کے مطابق وزنی اور ماپ والی جس طرح ایک نوع کی دو چیزوں میں زیادتی کے ساتھ بیع ربا ہے اسی طرح ایک نوع کی عددی چیزوں میں بھی زیادتی کے ساتھ بیع ربا ہے ان دلائل کی روشنی میں بظاہر یہ صحیح معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ کہا جائے کہ ایک نوع کی دو چیزیں خواہ وہ از قبیل طعام ہوں یا استعمال

Marfat.com

ہوں یا ثمن ہوں اگر ان کی بیع کمی یا زیادتی کے ساتھ ہو خواہ کمی یا زیادتی عدد میں ہو یا کیل میں ہو یا وزن میں ہو یا بیع ادھار ہو تو وہ ربٰو ہے۔ ورا گر برابر اور نقد بیع ہو تو جائز اور صحیح ہے۔

(شرح مسلم شریف جلد ۴ صفحہ ۳۹۶)

اعتراض:۔ مفکرین جدید فرماتے ہیں کہ قرآن کریم نے ربٰو خاص اس سود کو کہا ہے جو جاہلیت کے زمانہ میں رائج تھا، غریب آدمی شادی، بیماری، کفن دفن یا کوئی اور وجہ جو ذاتی نجی ضرورت کی ہو تو قرض لیتا ہے یا کسی مصیبت زدہ شخص کی مدد کرنے کی بجائے، اس سے قرض پر سود لینا یا تاجر تجارت کے لئے بنک سے سودی رقم لے درست ہے یا نہیں؟

الجواب: گزارش ہے کہ قرآن کریم نے سود کو مطلقاً حرام قرار دیا ہے، خواہ تجارتی قرضوں پر سود ہو یا نجی قرضوں پر سود ہو۔ خواہ غریبوں کو سود سے فائدہ ہو یا نقصان، باری تعالیٰ نے غریب اور امیر کا فرق کرنے کے بغیر علی الاطلاق سود کو حرام کر دیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

واحل اللہ البیع و حرم الربوٰ

ترجمہ: اور اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود۔ (سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۲۷۵)

دوسری جگہ باری تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

یا ایھا الذین امنو اتقو اللہ و ذرو مابقی من الربوٰ ان کنتم مومنین، فان لم تفعلو فاذنو بحرب من اللہ و رسولہ

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا سود اگر تم مسلمان ہو پھر اگر ایسا نہ کرو تو یقین کر لو اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑائی کا۔

Marfat.com

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سود کو مطلقاً حرام کیا ہے۔ باری تعالیٰ نے سود مفرد کو بھی حرام کیا ہے۔ باری تعالیٰ فرماتے ہیں:

لا تاکلوا الربوٰ اضعافاً مضٰعفة (سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۳۰)

ترجمہ: "سود دونا دون نہ کھاؤ" یہ فرما کر سود مرکب کو بھی حرام کیا اور ہر جملہ سود کو مطلقاً حرام کیا، کاروباری اور نجی قرضوں کا فرق نہیں کیا، بعد اس کے حدیث اور تاریخ سے ثابت ہے۔

کاروباری قرضوں پر سود لینے کا عام رواج زمانہ جاہلیت میں بھی تھا۔ علامہ ابن جریر وذروا مابقی من الربوٰ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کان ربا یتبایعون به فی الجاهلیة

ترجمہ: یہ وہ سود تھا جس کے ساتھ زمانہ جاہلیت میں لوگ خرید و فروخت کرتے تھے۔

اسی آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں

"اخرج ابن جریر و ابن ابی حاتم عن سدی قال نزلت هذه الایة فی العباس بن عبدالمطلب و رجل من بنی المغیره کا شریکین فی الجاهلیة یسلقان فی الرباء الی الناس من ثقیف من بنی حمزه و هم بنو عمر و بن عمیر فجاء الاسلام ولهما اموال عظیمة فی الربا"

(درمنثور جلد ا صفحہ ۳۶۶ مطبوعہ مصر) (علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ)

ترجمہ: امام ابن جریر اور امام ابن ابی حاتم نے اپنی اپنی اسانید کے ساتھ سدی سے یہ روایت بیان کی ہے کہ یہ آیت حضرت عباس بن عبدالمطلب اور بنو مغیرہ کے ایک شخص کے متعلق نازل ہوئی ہے، یہ دونوں زمانہ جاہلیت میں شریک تھے اور انہوں نے ثقیف کے بنوعمرو

Marfat.com

بن عمیر نے لوگوں کو سودی قرض پر مال دے رکھے تھے۔ جب اسلام آیا تو ان دونوں کا بڑا سرمایہ سود میں لگا ہوا تھا۔

نوٹ: ان روایات سے پتہ چلتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ادھار پر بڑے بڑے تاجر خوردہ فروشوں کے ہاتھ پر مال فروخت کرتے اور سود لگاتے تھے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ کاروباری اور تجارتی قرضوں پر زمانہ جاہلیت میں سود لگانے کا عام رواج تھا اور اس کو الربو کہا جاتا تھا قرآن کریم نے عام اعتبار سے سود کی ممانعت فرمائی خواہ وہ سود تجارتی قرضوں پر ہو یا نجی قرضوں پر ہو۔

روحانی اور اخلاقی نقصانات سود کے پیش نظر

انسانیت کے اعتبار سے اخلاق روحانیت کے نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اخلاق اور روح ہی اصل جوہر انسانیت ہے۔

جو چیز جوہر اصلی کو نقصان پہنچائے بہر صورت اس کو چھوڑنا چاہیے چنانچہ کسی دوسرے سبب سے اس کو کتنے ہی فائدے ہوں اگر سودی عمل کو نفسیاتی اعتبار سے تجزیہ کریں تو آپ کو محسوس ہو جائے گا کہ کاروبار کے مختلف مرحلوں سے لے کر روپیہ جمع کرنے کی خواہش تک یہ ہی پتہ چلتا ہے اس عمل میں خودغرضی سنگ دلی بخل تنگ دلی اور زر پرستی جیسی صورتوں کے زیر اثر ہی بندہ رہتا ہے۔ لیکن جب کاروبار کو انسان جتنا زیادہ کرتا ہے اسی طرح اس کے اندر زیادہ نشوونما پائی جاتی ہے لیکن دوسری طرف دیکھیں کہ زکوۃ وصدقات کے نیت وعمل کے ظاہر ہونے کے اعتبار سے ایثار ہمدردی عالی ظرف اور فیاضی جیسے عمل میں دوراندیشی کے لحاظ سے اس میں

Marfat.com

برکات ورحمتیں نازل ہوتیں ہیں۔ اگر انسان مسلسل اس طریقہ کار پر عمل کرتا رہتا ہے تو یہی رحمتیں اور برکتیں انسان کے اندر نشو ونما پاتی ہیں۔ اب خود غور فرمائیں کہ دنیا میں کوئی ایسا انسان بھی مسلمان ہے جو شہادت نہ دیتا ہو کہ روحانی واخلاقی اعتبار سے ایک مرحلہ جو ایثار و ہمدردی زکوٰۃ وصدقات اور مروت کرنے والا ہے، وہ بہترین مرحلہ ہے دوسرا مرحلہ سودی نظامِ عمل ہے جو روحانی اوراخلاقی اعتبار سے نقصان دہ ہے۔

اسلام اور بینکنگ

اس نظام میں بینکنگ بھی موجودہ تہذیب کی پرورش کی ہوئی ایک ایسی اہم مفید چیز ہے جو بہت سی چیزوں کی طرح ہے۔

اس لئے کہ جس کو صرف ایک ایسا عنصر شیطان کی شمولیت نے گندا کر رکھا ہے، پہلی بات تو یہ ہے ایسی جائز بہت سی خدمات انجام دیتا ہے جو تمدن زندگی اور موجودہ زمانے کے کاروبار ضروریات کے لئے مفید بھی ہیں مگر اس تناظر میں ناگزیر بھی ہیں مثال کے طور پر رقموں کا ایک جگہ سے دوسری جگہ یا دوسرے شہر میں بھیجنا اور اس کا انتظام کرنا تاکہ ادائیگی کا بہتر انتظام کرنا، لین دین کی سہولتیں بیرونی مما لک سے اچھے طریقے سے کرنا، تاکہ قیمتی اشیاء کی حفاظت ہو، یہ کام وہ ہے جنہیں ہر حال کرنا چاہیئے اور مستقل اداروں کا ہونا بھی ضروری ہے، چنانچہ زراعت وصنعت وتجارت اور ہر شعبہء تمدن معیشت کے لئے بہت مفید ہے لیکن ان حالات کے پیش نظر یہ بہت ضروری ہے کہ بچا ہوا سرمایہ ایک مرکزی ذخیرہ میں جمع ہو اور ہر شعبہ کے

Marfat.com

لوگوں کو آسانی کے ساتھ پہنچایا جا سکے، لیکن عام لوگوں کو یہ بھی سہولت ہے کہ جو مال تھوڑا بچ جائے وہ کسی نفع بخش کام میں لگا سکتے ہیں جو مال موجود ہو اس کو ایک مرکزی ذخیرہ میں جمع کرا دیا کریں اور اجتماعی طور پر اس سرمائے کو کام پر لگانے اور منافع کو برابر تقسیم کرنے کا انتظام ہوتا رہے، اس کام کی مستقل وجہ سے مالیتی رقم کے اعتبار سے بینک کے منتظمین اور ارکان کو اس شعبہ فن میں ایک ایسی سوچ وفکر اور مہارت وبصیرت روشن ہو جاتی ہے جو تاجروں وصنعت کاروں اور دیگر معاشی کارکنوں کو میسر نہیں آتی۔ یہ درست بات ہے کہ مہارت وبصیرت خود ایک نہایت قیمتی چیز ہے اور اچھی مفید بھی ثابت ہوسکتی ہے، لیکن یہ خود ساہوکار کی خودغرضی کا ہتھیار ہو کر رہ گئی ہے۔ چنانچہ بینکنگ کی ان ساری خوبیوں اور صفتوں کو الٹ کر جس چیز نے پورے تمدن کے لیئے نفرتوں اور برائیوں سے بدل دیا جاتا ہے۔ اس کا نام سود ہے۔ اس کے دوسی بنائے ناسد یہ شامل ہوگئی ہیں۔ جن سے سود کی کشش پائی جاتی ہے اور سرمایہ کھینچ کھینچ کر بینکوں میں مرتکز ہوتا ہے، نتیجہ اس کا یہ نکلتا ہے کہ وہ سرمایہ عملاً خودغرض چند سرمایہ داروں کی پونجی بن کر رہ جاتا ہے۔ اگر ان دو خرابیوں کو دور کیا جا سکے تو یہ نظام اچھا بہتر بھی سمجھا جا سکتا ہے اور بینکنگ ایک پاکیزہ کام بھی ہو جائے گا۔

موجودہ صورتحال کے پیش نظر تمدن کے لئے یہ نسبت بدرجہا زیادہ نفع مند ہوگا۔ یہ کوئی عجیب بات نہیں کہ خود ساہوکاروں کو بھی سود خوری کی نسبت دوسرا انظام پاکیزہ طریق کار، مالی اعتبار سے نفع منداور بہتر ثابت ہوسکتا ہے۔ بعض لوگوں نے گمان کرتے ہوئے کہا کہ انسداد سود کے اور بینکوں میں سرمایہ جمع ہونا بند ہو جائے گا۔ وہ ناسمجھی پر ہیں، بلکہ وہ یوں سمجھتے ہیں، کہ جب سود ملنے کی توقع ہی نہ ہوگی تو بینک میں آمدنیاں کہاں سے رکھوائیں گے۔ لیکن یہ سمجھ لیں کہ اس

وقت سود کی آمدن نہ سہی نفع ملنے کی توقع ضرور ہوگی۔ چنانچہ غیر محدود اور غیر متعین نفع کا امکان ہوگا۔ لیکن بات یہ ہے کہ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو عام شرح سود کی بہ نسبت کم نفع حاصل ہونے کا جس اعتبار سے ہوگا، اسی اعتبار سے اچھا خاصا زیادہ نفع ملنے کا امکان ہوگا۔ تمام خدمات اس کے ساتھ بینک بہ طریقہ احسن سرانجام دیتے رہیں گے۔ چنانچہ اچھے طریقہ سے لوگ بینکوں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ صورت حال یہ ہے کہ جس قدر مقدار میں لوگ انسداد سود کے بعد بھی سرمایہ آتا رہے گا۔

میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ کاروبار کو ہر طرح سے زیادہ فروغ حاصل ہوگا۔ آمدنیاں روزگار کی وجہ سے بڑھ جائیں گی، اسی اعتبار سے موجودہ حالات کی بہ نسبت بچی ہوئی آمدنیاں زیادہ سے زیادہ بینکوں میں جمع ہوں گی۔ اس رقم کا جمع ہونا جس قدر حصہ چالو کھاتے یا عندالمطلب کھاتے میں ہوگا۔ بینک اس کو کسی نفع بخش کام میں نہ لگا سکیں گے لیکن اس اعتبار سے اب بھی نہیں لگا سکتے۔ چنانچہ اس لئے وہ زیادہ استعمال بڑے دو کاموں میں ہوگا۔ ایک لین دین روز مرہ کا، دوسرا قرضے کاروباری لوگوں کو قلیل المدت کے لئے بلا سود دینا، بلا سود ہنڈیا کو بھنانا۔

وہ سرمایہ جو بینکوں میں لمبی مدت کے لئے رکھا جائے گا، لازمی اعتبار سے دو ہی قسم کا ہوگا۔

پہلی قسم:

وہ ہے جس کے مالک صرف اپنے مال کی حفاظت چاہتے ہوں، بینک قرض کے طور پر ایسے لوگوں کے مال کو خود لے کر کاروبار میں استعمال کر سکیں گے۔

Marfat.com

دوسری قسم:

جو لوگ اپنے مال کو بینکوں کے واسطے سے کاروبار میں لگانا چاہتے ہوں، لوگوں کے اس مال کو بطور امانت رکھنے کی بجائے ایک شراکت نام پر بینک کے ساتھ طے کرنا ہوگا، پھر اس سرمایہ کو بینک اپنے دوسرے سرمایوں کے ساتھ تجارتی کاروبار میں مضاربت کے اصول پر صنعتی سکیموں میں، زراعتی کاموں میں، حکومتوں کے نفع مند کاموں اور پبلک اداروں میں لگا سکتے ہیں، اس اعتبار سے مجموعی حیثیت میں دو فائدے ہوں گے۔

پہلا فائدہ:

ایک صورت یہ ہے کہ ساہوکار کا مفاد کاروبار کے مفاد کے ساتھ متحد ہو جائے گا، سرمایہ کاروبار کی ضرورت کے مطابق اس کی پشتبانی کرتا رہے گا، قریب قریب وہ اسباب ختم ہو جائیں گے۔ سود خور دنیا میں کساد بازاری کی بناء پر موجودہ دور کے دورے پڑھتے رہیں گے۔

دوسرا فائدہ:

یہ ہے کہ ساہوکار کی مالیاتی بصیرت اور تجارتی، کاروباری لوگوں کی جتنی بصیرت جو آج بھی آپس میں برد آزمائی کرتی رہتی ہے، یہ سب کے لئے نفع مند ہوگا۔ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون اور دستیاری بھی کریں گے، تو بہتر ہوگا۔ بینکوں سے جو منافع ان ذرائع سے حاصل ہوں گے، ایک مقررہ تناسب کے مطابق وہ اپنے انتظامی مصارف نکالنے کے بعد اپنے کھاتہ داروں اور حصہ داروں میں تقسیم کر دیں گے اس صورت میں فرق صرف یہ ہوگا کہ موجودہ صورت میں منافع تقسیم جتنا کسی کا حصہ بنتا ہے، حصہ داروں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ سود

کھاتہ داروں کو دے دیا جاتا ہے، دونوں میں اس وقت منافع ہی تقسیم ہوں گے۔اس وقت صورت حال یہ ہے کہ کھاتہ داروں کو ایک متعین شرح کے مطابق سود ملا کرتا ہے، شرح کا تعین اس وقت نہ ہوگا۔ چنانچہ جتنے بھی منافع ہوں گے، خواہ کم ہوں یا زیادہ وہ سب تقسیم ایک تناسب کے ساتھ ہوگا۔ خطرہ نقصان اور دیوالیہ کا جتنا اب ہے، اس وقت بھی اتنا ہی ہوگا۔اب صورت حال یہ ہے کہ خطرہ اور اس کے بالمقابل غیر محدود نفع کا امکان بینک کے صرف حصہ داروں اور دونوں کے لئے مخصوص ہیں، مشترک ہو جائیں گی۔ یہ دونوں چیزیں اس وقت کھاتہ داروں اور حصہ داروں میں انسانی سوچ، فکر یہ ہے کہ بینک کا یہ نقصان ہے۔ کہ نفع کی کشش سے ان کے پاس جو سرمایہ جمع ہوتا ہے عملاً اس کی مجتمع طاقت پر صرف چند ساہوکار قابض و متصرف ہوتے ہیں، ہم کو یہ کرنا ہوگا۔

مرکزی ساہوکار کا سارا عمل اسٹیٹ بینک یا بیت المال اپنے اعتبار سے خود رکھے، تمام پرائیوٹ بینکوں پر حکومت کا اقتدار اور قوانین اور دخل وضبط اس حد تک قائم کردیا جائے، اپنی مالیاتی طاقت کا بے جا ساہوکار استعمال نہ کرسکیں۔

Marfat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارکہ میں تجارتی سود رائج تھا یا نہیں؟

پہلی بات:

یہ بات کرنا کہ سود عہد جاہلیت میں رائج نہ تھا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ روایات و تاریخ اور جاہلیت عرب سے ناسمجھی کی دلیل ہے۔ اسی طرح تاریخ اسلامی کے دور کو دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ سود کا لین دین اس زمانہ میں احتیاجی اور صرفی قرضوں پر نہیں تھا، لیکن صورت حال یہ ہے کہ اس وقت بھی قرض لئے اور دیئے جاتے تھے، اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تجارتی اغراض اور نفع بخش مقاصد کا قرض کا لین دین کرتے تھے۔ ایک روایت جہالت زمانہ کی پیش کرتا ہوں، اس کو پڑھیں اور غور فرمائیں۔

کانت بنو عمر و بن عامر یاخذون الربو' من بنی المغیرة و کانت بنو المغیرة یربون لهم فی الجاهلیة فجاء السلام و لهم علیهم کالَ کثیره

(درمنثور بحوالہ ابن جریر عن ابن جریج صفحہ ۳۶۶، جلد اول)

ترجمہ: جاہلیت کے زمانے میں بنوعمرو بن عامر بنومغیرہ سے سود لیتے تھے بنومغیرہ انہیں سود دیتے تھے، چنانچہ جب اسلام آیا تو ان پر ایک بھاری مال واجب تھا۔

مذکورہ بالا عبارت میں عرب کے دو قبیلوں کے آپس میں سود کا لین دین کا تذکرہ مذکور ہے، اس دور کے مطابق یہ بات سمجھ لیں کہ ان دو قبیلوں کی تجارتی حیثیت کمپنیوں کی طرح

ہے۔ تو اس طرح قبیلے کے لوگ اپنا مال ایک جگہ اجتماعی انساز میں جمع کر کے تجارت کرتے تھے، اس سے دوسری بات یہ ہے کہ قبیلے اس زمانہ کے اعتبار سے مال دار بھی تھے۔ محترم حضرات اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سود کا مسلسل کاروبار اور لین دین تجارتی بنیادوں پر دو مالدار قبیلوں کے درمیان تھا۔

دوسری بات:

ابوداؤد کی حدیث میں جناب ابوہریرہؓ فرماتے ہیں:

من لم یترک المغابرہ فلیوذن بحرب من اللہ و رسولہ

(ابوداؤد، حاکم)

ترجمہ: جو آدمی "مخابرہ" نہ چھوڑے وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے اعلان جنگ سن لے۔

اس روایت کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مخابرہ" کو ایک صورت میں سود ہی کا تذکرہ اور سود ہی قرار دیا اور ناجائز ہی کہا، جس لحاظ سے سود خور کے خلاف اعلان جنگ خدا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اسی اعتبار سے مخابرہ کرنے والے کی طرف بھی واضح خلاف فرمایا۔ صورت حال یہ ہے کہ مخابرہ کے بارے میں دلائل سمجھیں کہ مخابرہ کسے کہتے ہیں، اس کی تفصیل وتشریح پیش خدمت ہے۔

"مخابرہ" کی ایک صورت بتائی گئی ہے۔ مثال کے طور پر صورت اس طرح سے ہے کہ زمیندار اپنی زمین اس معاہدے پر کسی کاشتکار کو دے کہ اس کا اناج مقررہ مقدار پر دیا کریں۔ مثال کے طور پر "زید" کی زمین ہے اور "زید" "بکر" کو اس معاہدے پر کاشت

Marfat.com

کرنے کو دے کہ " بکر" مقررہ مقدار مثال کے طور پر دس من ہر فصل پر زید کو دیتا رہے گا۔ " بکر " کی پیداوار زیادہ ہو یا کم یا بالکل ہی نہ ہو، دوسری بات یہ ہے کہ یہ بھی معاہدہ ہو کہ پانی کی نالیوں کے قریبی حصوں پر جتنی پیداوار ہو وہ " بکر " زید کو دے دے گا۔ جتنی پیداوار، کاشتکار " بکر " کی باقی ہے وہ بکر کی ہو جائے گی۔ یہ عمل " مخابرہ " کی جو صورت پیش آئی اس کو " مخابرہ " کہتے ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس عمل کو " ربا " کی ایک صورت قرار دیا اور حرام فرمایا۔

محترم قارئین، اس عمل پر سوچیں کہ " ربا " کی کس صورت کے ساتھ ہے۔ احتاجی اور صرفی یا تجارتی سود سے ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ مشابہ ہے یہ صورت تجارتی سود سے جس لحاظ سے قرض لینے والا اور قرض کی رقم کسی نفع بخش کام میں تجارتی سود نفع کی غرض سے لگاتا ہے، اس اعتبار سے مخابرہ میں کاشت کار زمین کو نفع حاصل کرنے کیلئے کام میں لگا دیتا ہے۔ احتاجی اور صرفی اس طرح نہیں ہوتا، سود میں مخابرہ کو جو علت ناجائز کرتی ہے، کہ کاشت کرنے کے بعد ممکن ہے کہ کل پیداوار دس من سے کم ہو یا دس من ہی ہو تو کاشتکار غریب کا اس کا مطلب ہے کہ کچھ نہ حاصل ہوا، بات واضح ہوگئی کہ تجارتی سود میں یہی حالت پائی جاتی ہے، لیکن جو رقم قرض لے کر تجارت میں لگانی ممکن ہے۔ اتنا ہی نفع حاصل ہو جو سود میں دینا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اتنا بھی نہ ہو سود میں صرفی اور احتیاطی علت نہیں پائی جاتی۔ وجہ اسکی یہ بنتی ہے کہ قرض کی رقم مقروض کسی تجارت میں نہیں لگاتا۔ لیکن اسکی علت کچھ اور ہے حرام ہونے کی۔

نتیجہ: نتیجہ یہ نکلا کہ نبی کریم ﷺ نے ربا مخابرہ کو داخل فرمایا، کیونکہ معروضی سود کے مشابہ مخابرہ

Marfat.com

نہیں ہوسکتا۔اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ تجارتی سود کے مشابہ ہے۔اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے عہد مبارکہ میں سودی لین دین کا رواج نفع بخش کاموں میں لگانے کا تھا اور یہ بھی پتہ چل گیا یہ طریقہ سودی ہے اور حرام ہے۔

تیسری بات:

محترم قارئین حدیث پیش خدمت ہے ملاحظہ فرمائیں۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال رسول ﷺ لیا تین علی الناس زمان لا یبقی احد الا اکل الربوا فمن لم یا کلہ احباب من غبارہ

(ابوداؤد ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں تم پر ایک ایسا زمانہ ضرور آئے گا جس میں کوئی ایسا شخص باقی نہ رہے گا جس نے سود نہ کھایا ہو اور اگر کسی نے نہ کھایا ہوگا تو اسکا غبار اس تک ضرور پہنچا ہوگا۔

تشریح:

مذکورہ بالا حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ ایک ایسے زمانے کی خبر نبی کریم ﷺ نے دی ہے کہ سود خوری جس زمانے میں بہت عام ہو جائے گی چنانچہ موجودہ زمانے کو اگر اس سے مراد لیا جائے تو خود بھی سوچ بچار کر سکتے ہیں موجودہ زمانے میں وہ سود کون سا سود ہے جس سے اس قدر عموم حاصل ہو بچنا جس سے مشکل ہے۔

اس زمانے میں تجارتی سود عام ہو رہا ہے جس سے ہر بندہ جانتا ہے اور میں سمجھتا

Marfat.com

ہوں کہ وہ سود جس کو مہاجنی سود کہتے ہیں گھٹتا جارہا ہے۔ اگر بندہ غور وفکر کرے تو پتہ چلتا ہے اگر حدیث کا مطالعہ کیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ میں زمانے کے بارے میں پیش گوئی کی گئی وہ کو ن سازمانہ مراد ہے کوئی آئندہ زمانہ آنے والا ہے۔ اگر غور وفکر کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ظا ہری صورت اس طرح بنتی ہے کہ تجارتی سود ہی بڑھے گا اور مہاجنی سود کے رواج عام سے ہر بندہ تک ضرور اسکا اثر پہنچے گا میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات بہت دور کی ہے کہ اکثریت دنیا میں لینے والوں کی مہاجن بن جائے اور لے کر سود کھاتی رہے۔ اگر اس طرح ہو بھی جائے سود جو لوگ قرض لیں گے لیکن نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہر شخص کو اسکا غبار تو ضرور ہی پہنچے گا۔

لیکن غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ تجارتی سود ہی ممکن ہے جس طرح موجودہ نظام بینکنگ کا طریقہ کار میں ہو رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں 10 فی صد تقریباً دنیا کا روپیہ جمع بینکوں میں رہتا ہے سود جس پر انہیں دیا جاتا ہے ان بینکوں سے سود کا لین دین بڑے سرمایہ دار کرتے ہیں۔ بینکوں میں چھوٹے تاجر روپے جمع رکھتے ہیں۔ بینک کا نظام بڑے پیانے پر ہونے لگا سینکڑوں کی تعداد میں لوگ بینکوں میں ملازم ہیں تنخواہ مراعات لیتے ہیں۔ معلوم یہ ہوا کہ کسی نہ کسی وجہ سے سود میں ملوث نہیں ہوتے تو وہ مال ہو حاصل بذریعہ سود کیا جاتا ہے۔ جس طرح ملک میں اسکی گردش ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے بالواسطہ ہی سہی مگر ہر شخص سود کے پہیہ سے ملو ث پایا جاتا ہے، لیکن اسکو حدیث مبارکہ میں سود کا غبار فرمایا گیا۔ رہا بچنے کا دعویٰ تو میں کہتا ہو ں کوئی بڑا پرہیز گار تقوای والا بھی اس سے بچ نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے۔

Marfat.com

بینکنگ کا جو نظام آج رائج ہے یہ طریقہ پہلے سے صحابہ کے مشابہ ہے

جناب زبیر بن عوام کا دستور اور طرز عمل اس اعتبار سے ثابت ہو رہا ہے کہ روایات بڑی صورت کے اعتبار سے یہ طریقہ صحابہ کے طریقے سے مشابہ ہے۔ بینکنگ کا نظام عمل جو آج بھی رائج ہے جناب زبیرؓ بڑے مشہور امانت، دیانت کے اعتبار سے تھے، اسلئے اپنی امانتیں بڑے بڑے لوگ ان کے پاس رکھتے تھے۔ لوگ ضروریات کی بناء پر مختلف طریقے سے اپنی پوری رقم یا تھوڑی واپس بھی کر لیتے تھے جناب زبیرؓ کے متعلق بخاری شریف میں آتا ہے بلکہ فرمادیا کرتے تھے، **له و لكن هو سلف** یہ امانت نہیں قرض ہے۔

(بخاری شریف جلد کتاب الجہاد باب برکتہ الغا

زی)

اس سے جناب زبیرؓ کا مقصد کیا تھا اسکی شرح بیان کرتے ہوئے حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں فرماتے ہیں:

وكان غرضه بذالک انه كان يخشىٰ على المال ان يضع فبطن

به

التقصير فى خفظه فراءى ان يجعله مضمونا فيكون اوثق لصا

حب

المال و الفى لمروته و زار ابن بطال ليطيب له ربح ذالک المال

Marfat.com

(فتح الباری صفحہ ۱۷۵ جلد ۶)

ترجمہ: اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ انہیں خطرہ تھا کہ کہیں مال ضائع نہ جائے اور یہ سمجھا جا ئے کہ انہوں نے یہ مناسب سمجھا کہ اسے (قرض بنا کر) ہر صورت واجب الادا اقرار دیئے، تا کہ مال والے کو بھروسہ زیادہ رہے اور ان کی ساکھ بھی قائم رہے ابن بطال نے یہ بھی فرمایا کہ وہ ایسا اسلیئے بھی کرتے تھے تا کہ اس مال سے تجارت کرنا اور فائدہ کمانا ان کیلیئے جائز ہو جائے اس بات سے اندازہ کرنا کہ کتنی رقم جناب زبیرؓ کے پاس جمع ہو جاتی ہوگی۔ مشکل عمل نہیں۔ اس لئے کہ طبقات ابن سعد کے حوالہ سے پتہ چلتا ہے کہ پاس بڑی رقم ہو جاتی۔ طبقات ابن سعد کی عبادت ملاحظہ فرمائیں۔

قال عبدالله بن الزبير فحسبب ماعليه من الديون فوجدته الفى الف و مائتى الف طبقات ابن سعد (جلد نمبر ۳ صفحہ نمبر ۱۰۹)

ترجمہ: حضرت زبیرؓ کے بیٹے عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کے ذمہ واجب الادا قرضوں کا حساب لگایا۔ تو وہ بائیس لاکھ نکلے۔

ثابت یہ ہوا کہ جناب زبیرؓ کے پاس جو بائیس لاکھ روپیہ تھا۔ یہ قرض نہ تھا۔ بلکہ امانتوں کا سرمایہ تھا۔ اور یہ تمام رقم کاروبار میں لگی ہوئی تھیں۔ یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ جناب زبیرؓ متمول آدمی تھے جناب زبیرؓ نے وفات سے پہلے ہی اپنے بیٹے جناب عبداللہ کو فرمایا تمام املاک کو فروخت کر کے اس رقم کو ادا کر دیا جائے۔ اس کی تفصیل طبقات ابن سعد جلد تین میں مذکور ہے۔ نکتہ اور واقعہ:۔

جناب عباسؓ اور جناب عثمانؓ کی رقم سودی ایک تاجر کے ذمہ واجب تھی۔ حرمت ربا کی

Marfat.com

آیات بیّنات کے تحت نبی اکرم ﷺ نے روک دیا اور چھوڑنے کا فیصلہ سودی رقم کا کر دیا۔

(امام نبویؒ بروایت عطا عکرمہؒ صاحب طبریؒ)

اور ایک واقعہ:

علامہ طبریؒ نے ایک واقعہ بیان فرمایا:

ان ھذا بنت عتبة قامت الیٰ عمر بن خطابؓ فاستقرضة من بیت المال الربعة الاف تتجر فیھا و تفمنھا فاقر ضھا فخر جت الیٰ بلاد کلب، فاشترت و باعث الیٰ اخرہ

ترجمہ: ہند بنت عتبہ حضرت عمرؓ کے پاس آئی اور بیت المال سے چار ہزار قرض مانگے، تا کہ ان سے تجارت کرے اور ان کی ضامن ہو حضرت عمرؓ نے دے دیئے۔ چنانچہ وہ بلد کلب میں گئی اور مال خرید کر فروخت کیا۔

اس عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ قرض کا لینا اور دینا تجارت کے نام سے خاص ذکر ہے، کیا قرون اولیٰ میں تجارت کے لئے قرض کا لینا اور دینا اس کا رواج تھا یا نہیں۔ حالانکہ صحیح صورت حال یہ ہے کہ قرض پر سود لینے دینے کا رواج قرآنی احکام نازل ہونے کے بعد نہ رہا۔ جس طرح اس مذکورہ بالا عبارت میں چار ہزار قرض بلا سود دینے کا ذکر موجود ہے۔

جناب ابن عمرؓ کا تذکرہ:

ایک طویل عبارت موطا امام مالکؒ حصہ دوم میں مذکور ہے، طوالت کی وجہ سے صرف اس کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔ جناب عمرؓ کے لڑکے جناب عبداللہ اور عبیداللہ عراق

ایک لشکر کے ساتھ گئے، واپسی کے وقت جناب ابوموسیؓ کو ملنے گئے، جناب ابوموسیٰ نے فرمایا کہ اگر میرے بس میں آپ حضرات کوئی فائدہ پہنچانا ممکن ہو تو میں ضرور فائدہ پہنچاؤں گا۔ پھر ابوموسیٰ نے فرمایا کہ بیت المال میں میرے پاس ایک رقم موجود ہے، وہ رقم امیر المومنین کو بھیجنا چاہتا ہوں وہ رقم میں آپ کو قرض دیتا ہوں اور مال تجارت اس سے لے کر جائیں۔ مدینۃ المنورہ جا کر اسے فروخت کر دیں۔ منافع آپ رکھ لیں اور اصلی رقم امیر المومنین کو دیں اور اسی طرح کر دیا گیا۔

(موطا امام مالک جلد دوم صفحہ ۲۳۸ مترجم)

(کتاب القرآض میر محمد کتب خانہ، مرکز علم وادب آرام باغ کراچی)

اور بھی واقعات لکھے جا سکتے ہیں لیکن طوالت کی وجہ سے نہیں لکھے جا سکتے، لیکن دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ تجارتی قرضے اس دور کی ہی ایجاد نہیں بلکہ اہل عرب میں اس کا رواج قدیم زمانے سے تھا۔

کیا ظلم نہیں ہے تجارتی سود میں:

علت سود کے حرام ہونے کی وجہ یہ ہے:

۱) پہلی بات:

کہ قرض لینے والے کا اس میں نقصان ہوتا ہے، محض اپنی تنگدستی کے جرم میں اس بے چارے کو ایک چیز کی قیمت اس کی اصل قیمت سے زائد دینی پڑتی ہے۔

۲) دوسری بات:

اپنے فاضل سرمایہ سے قرض دینے والا بغیر کسی مشقت کے مزید مال وصول کرتا ہے، جو سراسر ظلم اور زیادتی ہے لیکن دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ علت تجارتی سود میں نہیں پائی جاتی، بلکہ اس طرح بھی صورت پائی جاتی ہے، قرض دار اور قرض خواہ دونوں کا فائدہ ہے۔ تجارت میں قرض دار قرض کی رقم لگا کر نفع حاصل کر لیتا ہے، قرض کی رقم پر قرض خواہ سود لے کر اس طرح میں کسی کے ساتھ ظلم اور ناانصافی نہیں ہوتی، اس کا دارومدار اسی بات پر ہے کہ تجارتی عود میں نقصان کسی کا نہیں۔ لیکن سود کی حرمت کی حکمت صرف وہ نہیں جو سود کے حامیان تجارت نے پیش کی ہے۔ اس کی بہت سی وجہ ہیں، ایک وجہ یہ ہے کہ کسی ایک فریق کا نقصان ضرور ہوتا ہے، اگر اس اعتبار سے دیکھا جائے تو نقصان والا عمل ناجائز ہوتا ہے۔ لیکن بات اس طرح ہے کہ تھوڑے سے منافع کے ساتھ بات کو ختم کر دیا۔ دونوں فریق کا فائدہ ہو، تو درست ہے۔ ایک فریق کا فائدہ ہو اور دوسرے فریق کو نقصان یہ عمل نادرست و ناجائز ہے۔ بات یہاں تک نہیں، اگر فائدہ دونوں کا ہو سکتا ہے تو ٹھیک ورنہ ایک کا فائدہ یقینی ہو، اور دوسرا یقینی نہ ہو، مشتبہ ہو پھر بھی عمل ناجائز ہوتا ہے جس طرح "مخابرہ" کی صورت ہے۔

تجارتی سود کو جائز کہنے والوں کے سوال جواب:

تجارتی سود کو جائز کرنے والے کچھ دلیلیں کچھ روایات اور کچھ احادیث تجارتی سود کے بارے پیش کرتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر خوش دلی کے ساتھ ہو یا جابرانہ دباؤ نہ ہو تو جائز ہو سکتا ہے۔ اب سوال و جواب پیش خدمت ہیں۔

سوال: جناب حضرت علیؓ نے اپنا ایک "عصفیر" نامی اونٹ بیس چھوٹے اونٹوں کے عوض

Marfat.com

فروخت کیا ہے اور وہ بھی ادھار۔ (رواہ مالک)

جواب: جس طرح حضرت علیؓ کے عمل کا تعلق ہے۔ لیکن اس کو بنیاد بنا کر حلت وحرمت کی بنیاد نہیں بنائی جا سکتی، برخلاف اس کے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد واضح طور پر موجود ہے۔ اب کسی کے عمل کی کوئی گنجائش نہیں۔ حدیث پیش خدمت ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

عن سمرۃؓ ان النبی ﷺ ینھیٰ عن بیع الحمران بالحیوان نسیئۃ۔
(ترمذی ابن ماجا نسائی)

ترجمہ: حضرت سمرۃؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حیوان کو حیوان کے بدلے ادھار بیچنے سے منع فرمایا۔ حدیث مبارکہ "صحیحہ" ہے۔ لیکن ابن عباسؓ جناب جابرؓ اور ابن عمرؓ سے بھی اسی طرح احادیث مبارکہ کے مضمون ملتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا یہ حکم ظاہر ہے۔ اس کو کون چھوڑ سکتا ہے، جناب علیؓ کا واقعہ عملی صورت کے اعتبار سے اس پس منظر کا بھی پتا نہیں۔ لیکن اس مسئلہ کو بنیاد بنا لینا یہ بہتر نہیں۔ بلکہ اصول حدیث وفقہ کے بھی خلاف ہے۔ اس عمل صحابی کو حدیث مرفوع کے مقابل بھی سمجھا جائے تو جب تعارض ہو حلت وحرمت میں تو متفقہ اصول ہے۔ کہ ترجیح اسی حدیث کو دی جاتی ہے جس سے حرمت ثابت ہو رہی ہے۔ جناب عبداللہ بن عمرؓ نے درہم کچھ قرض لئے پھر اچھے واپس ان سے لئے تو دائن نے لینے سے انکار کیا کہ یہ میرے دیئے ہوئے درہم سے اچھے ہیں۔ جناب ابن عمرؓ نے جواب دیا کہ مجھے معلوم ہے مگر میں خوش دلی سے دے رہا ہوں۔

Marfat.com

(رواہ مالک)

الجواب: جناب عبداللہ بن عمرؓ کا عمل تو اس سے ثابت ہے اور یہ بات کسی درجہ میں بھی سمجھ میں نہیں آتی۔ خوش دلی کی وجہ سے انہوں نے سود کو جائز قرار دیا ہے۔ اصل صورت وہاں یہ تھی کہ انہوں نے جو درہم قرض لئے تھے وہ کیفیت کے اعتبار سے ویسے نہ تھے، جس طرح واپس کیے، گویا زیادتی محض کیفیت میں تھی، اس طرح نہ تھا کہ دو لئے ہوں اور تین واپس کیے ہیں۔ "خیر" کا لفظ اس بات پر گواہ ہے، اسکے بعد چونکہ قرض لیتے وقت زیادتی کا دونوں کے درمیان کوئی معاہدہ نہ تھا۔ حالانکہ اس سے پہلے دونوں کے خیال میں یہ بات نہ تھی، بعد میں اس سے زیادہ دینے کی حیثیت ایسی ہوگئی۔ جس طرح کوئی کسی کا احسان چکانے کے لئے تحفہ دے اس کو۔

سوال: نبی کریم ﷺ نے جناب جابرؓ سے جو قرض لیا اسے واپس زیادہ کردیا:

الجواب: اسی طرح جناب جابرؓ کے واقعہ میں مذکور ہے انہوں نے بھی نبی کریم ﷺ کو زیادتی کا معاہدہ قرض دیتے وقت نہ کیا تھا۔ الفاظ حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ادائیگی کے وقت ان کے حق سے اپنے اخلاق کریمانہ کی بنا پر کچھ زیادہ ادا کر رہا ہے۔ زیادتی کیوں کی یا کتنی کی، یہ پتہ نہیں چل رہا۔ اگر یہ زیادتی کیفیت کی زیادتی ہو اگر یہ بھی تعداد کی زیادتی تسلیم کی جائے تو چونکہ کسی معاہدہ اور شرط کے تحت نہ تھی اسی وجہ سے "حسن قضا" اور احسان کے درجے میں مکافات کے عمل میں پاسکتی ہے، جس کی وجہ سے ترغیب احادیث مبارکہ میں دی گئی ہے۔ چونکہ علامہ نوویؒ نے شرح مسلم جلد دوم میں ابورافعؓ کی حدیث کے

تحت لکھتے ہیں:

لیس ھو من قرض جد منفعة فا نه منھی عنه لان المنھی عنه ما کان شروطافی العقد۔ (امام نووی شرح مسلم جلد دوم صفحہ ۳۰۰)

ترجمہ: یہ صورت اس قرض میں داخل نہیں جس کے ذریعہ کچھ نفع حاصل کیا گیا ہو کیونکہ وہ نا جائز ہے اور نا جائز صورت وہی ہے کہ زیادتی کا عقد کرتے وقت معاہدہ کیا گیا ہو۔ اگر کسی وقت کسی بندے نے کسی پر احسان کیا کہ اس کا بدلہ دیتے وقت کچھ رقم یا اپنی کوئی اور چیز اپنی مرضی سے کسی معاہدے کے بغیر اس کو دے دی یہ صورت آج بھی درست ہے، اس صورت کا سود حرام سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے، اس وقت بھی عددی زیادتی کو جناب امام مالکؒ نا جائز سمجھتے ہیں۔ جناب جابرؓ کا واقعہ اس کی کیفیت کی زیادتی پر معمول کرتے ہیں، لیکن غور وفکر کی ضرورت ہے کہ اگر اس صورت کو دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ "ربو" کا کوئی تصور ہی نہیں۔

نوٹ ا:

مثال :۔ نبی کریم ﷺ نے شرعی بیت المال سے ان کو قرض دیا اور کچھ زیادہ بھی قرض سے دے دیا یہ بات بھی واضح ہو کہ بیت المال میں سب مسلمانوں کا حق ہے، خصوصیت کے اعتبار سے نبی کریم ﷺ کی امت کے علماء جو دین کی خدمت میں مشغول رہتے ہوں۔ جناب جابرؓ کا بیت المال میں سے پہلے ہی حق متعین اور معلوم تھا، بیت المال میں جناب جابرؓ کا اس لئے کہ امام وامیر کو اختیار رہتا ہے۔ اس حق میں زیادتی دی گئی نہ کہ قرض کے بدلے۔

نوٹ ۲: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

خیار کم احاسنکم قضاء

Marfat.com

ترجمہ: بہتر طریقے سے قرض ادا کرنے والے تم میں زیادہ بہتر ہیں۔ (ابو داؤ ابی ہریرہؓ)

اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ اس میں ترغیب دی گئی ہے کہ خوب صورت انداز میں ادا کرو۔ قرض خواہ کو بار بار آنے جانے کی زحمت نہ دو اور چیز بھی اچھی دو اس طرح نہ کرنا کہ اچھی چیز لے لو اور خراب واپس کرو، ٹال مٹول نہ کرو۔

اجارہ اور تجارتی سود

سوال: ایک آدمی اپنی کار، موٹر سائیکل، ریڑھی یا کوئی ایسی چیز اس شرط پر لوگوں کو دیتا ہے اور مقرر کرتا ہے کہ مجھے اتنی رقم روزانہ دے دیا کرو کیا یہ عمل جائز ہے؟ اور یہ صورت تجارتی سود کی ہے، سرمایہ دار اس شرط پر اپنا سرمایہ لگاتا ہے کہ مقرر رقم مہینہ یا سال میں ملتی رہے گی۔

الجواب: صورت حال یہ ہے کہ کار، موٹر سائیکل، ریڑھی یا کوئی اور چیز کو کرایہ پر دیا جا سکتا ہے، اسی طرح کرایہ اور اجارہ کا مفہوم ہی یہ ہوتا ہے کہ اس کے منافع حاصل کئے جائیں۔ لیکن اصل چیز کو باقی رکھتے ہوئے اگر آپ کار، موٹر سائیکل، یا کوئی دوسری ایسی چیز کرایہ پر لیتے ہیں، تو اس چیز کو جوں کی توں باقی رہتی ہے۔ منافع صرف اس سے آپ حاصل کر لیتے ہیں اور یہ بات نقدی میں نہیں، لیکن یہ نہیں ہو سکتا اس سے فائدہ نہیں ہو سکتا کہ اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا، اس کو باقی رکھ کر اس سے خرچ کرنا پڑتا ہے اس سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے اجارہ کی کوئی شکل نہیں بنتی، اس میں خود غور بھی کیا جا سکتا ہے۔ تجارتی سود کو اگر اجارہ پر قیاس کرنا درست ہے، مہاجنی اور تجارتی اس عمل کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ دونوں سود برابر ہیں،

تجارتی سود جس اعتبار سے اجارہ کے مشابہ ہے اسی اعتبار سے مہاجنی سود بھی ہے۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ کرایہ پر لینے والا ہمیشہ نفع مند کام میں لگانے کے لئے کوئی چیز کرایہ پر نہیں لیتا، کبھی وقتی اپنی ضرورت کے لئے بھی لے لیتا ہے، اگرخود روزمرہ بھی کار کرایہ پر لے لیتے ہیں تو وہ ایسی ضرورت ہے جو وقتی شمار ہوتی ہے، اگر اس طرح اجارہ پر سود کو قیاس کرنا درست ہے تو مہاجنی سود کو بھی کہنا پڑے گا کہ یہ جائز ہے۔لیکن صورت حال یہ ہے اس سود کو جو تجارتی سود کے جواز کے قائل نہیں۔ وہ لوگ بھی اس سود کو جائز نہیں کہتے بلکہ یوں سمجھیں کہ اس کی حرمت کی تشریع قرآن کریم میں موجود ہے اس سے آپ اندازہ کرلیں کہ یہ قیاس درست نہیں ہے، اگر یہ قیاس درست ہوتا تو ناجائز اس کو قرآن کبھی بھی نہ قرار دیتا۔

سلم کس کو کہتے ہیں؟

"سلم" کا لفظ اہل عرب کی زبان کا ہے۔

اہل حجاز کی لغت ہے اور معنی اس کا بھی السلف ہے، اہل تحقیق نے لکھا کہ سلف بھی عربی زبان کا لفظ ہے اور لغت اہل عراق کی بھی یہی ہے۔

پہلی عبارت:

السلف ماخوذ من التسليف و هو التقديم لان الشمس هنا مقدم على المبيع

ترجمہ: سلف تسلیف سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے تقدیم کیونکہ ثمن یہاں مبیع پر مقدمہ ہوتا ہے،

اس لئے اس سے سلف کہا جاتا ہے۔

دوسری عبارت:

السلم عبارة عن نوح بیع یتعجل فیه الثمن

ترجمہ: یعنی سلم ایسی بیع کو کہتے ہے جس میں ثمن فوراً (فی الحال) ادا کیا جائے۔

بیع سلم اور قرآن کریم:

باری تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

یا ایها الذین امنو اذ تداینتم بدین الیٰ اجل مسمی فا کتبوه

ترجمہ: اے ایمان والو جب تم ایک مقرر مدت تک کسی دین کا لین دین کرو تو اسے لکھ لو۔

جناب ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے:

اشهد ان السلف المغمون الیٰ اجل مسمی قد احده الله و اذن فیه ثم فدأ هذه الایه

(رواہ الشافی والمیعد انی والحاکم فی ستدرک فی تفسیر سورۃ البقرۃ وبیھقی ایضا نصب الرایہ فی تخرج احادیث الھدایہ جلد چہارم صفحہ ۴۴)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ بیع میں سامان کی ضمان ایک مقررہ مدت تک مؤخر کرنے کو اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں حلال فرماتا ہے۔ اور اس کی اجازت فرمائی۔ آپ نے پھر اس آیت کو تلاوت فرمایا۔

جناب ابن عباسؓ نے اس ارشاد سے پتہ چلتا ہے کہ باری تعالیٰ نے بیع سلم کو درست فرمادیا

Marfat.com

بیع سلم اور احادیث مبارکہ:

نبی کریم ﷺ سے ابن عباس نے روایت کیا:

روی ابن عباس ان رسول الله ﷺ قدم المدينه و هم يسلقون فى التمار السنة والنستعين والثلاث فقال من اسلف فى شىء فلسيلف فى كيل معلوم و وزن معلوم الى اجل معلوم

(نصف الریہ فی تخریج احادیث الھدایہ۔ جلد۴ صفحہ ۴۶، جامع الاصول جلد۲ صفحہ ۱۷)

ترجمہ: ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو وہ لوگ پھلوں میں ایک دو اور تین سال تک بیع کو مؤخر کیا کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو کسی شے میں تاخیر کرے تو وہ معین تول (وزن) معین پیمائش اور معین مدت تک مؤخر کرے۔

ثابت یہ ہوا کہ اس حدیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ اگر مال کو معین مدت اور مقدار معین کے ساتھ مؤخر کیا تو یہ درست ہے۔

بیع سلم اور اجماع امت

قال ابن المنذر اجمع كل من نحفظ عنه من اهل العلم على ان السلم جائز و لان بالناس حاجة اليه ان ارباب الذروع والتمار والتجارت

Marfat.com

یحتاجون الی النفقة علی انفسهم اوعلی الذروع ونحوها حتیٰ تنفیع فیجوز لهم السلم دفعاً للحاجة

(المبسوط جلد ۱۲ صفحہ ۱۲۴) (ردالمختار جلد ۴ صفحہ ۲۱۱)

جناب امام ابن منذر فرماتے ہیں کہ تمام اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ بیع سلم جائز ہے۔ کیونکہ لوگوں کو اس کی حاجت ہے۔ اس لئے کھیتوں والے، پھلوں والے اور تجارت والے اپنے اوپر زراعت پر اور اسکی مثل دیگر خرچوں کے محتاج ہوتے ہیں۔ جب تک کھیتی پک نہ جائے ان کے لئے ان کی اس حاجت کو پورا کرنے کے لئے بیع سلم جائز قرار دیا گیا ہے۔

صراحتاً یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ فقہاء کرام کے نزدیک بیع سلم جائز ہے۔

نوٹ: بینک کی طرف سے کیا جانے والا یہ عقد بھی اس کے زمرے میں آتا ہے، کیونکہ اس اعتبار سے درست اور جائز ہے۔

تجارتی سود اور بیع سلم

سوال: بیع سلم پر تجارتی سود کو جائز کرنے والے قیاس کرتے ہیں۔ بیع سلم کا مقصد و مطلب پہلے سمجھ لیں۔ صورت سلم کی اس طرح ہے مثال کے طور پر ایک کاشتکار ایک آدمی کے پاس آ کر یہ کہتا ہے کہ فصل گندم کی اس وقت بور رہا ہوں کچھ دنوں میں پک جائے گی، لیکن صورت حال یہ ہے کہ میرے پاس اس وقت پیسے نہیں ہیں، تم مجھے پیسے دے دو اور جب فصل تیار ہو جائے گی، گندم میں تمہیں اتنا دے دوں گا، تا کہ واضح بات ہو جائے۔

الجواب: بیع سلم ایک قسم کی بیع ہے جس طرح شرائط کے ساتھ صراحۃً نبی کریم ﷺ نے جائز

Marfat.com

رکھا۔

بیع کے اندر اسے داخل فرما دیا جس طرح اللہ تعالیٰ نے احل اللہ بیع فرما کر حلال کیا ہے اور بالمقابل اس کے ربوٰ جو حرام فرمایا ہے، جو لوگ ربوٰ کو بھی نصِ قرآنی اور حدیث کے خلاف بیع ہی میں داخل کرتے ہیں، لیکن دیکھا جائے تو آپ کو معلوم نہیں رہا کہ آپ کس صف میں کھڑے ہو رہے ہیں۔ حالانکہ آپ مخالفین قرآن و اسلام کی صف میں کھڑے ہو رہے ہے جن لوگوں نے انما البیع مثل الربوا کہا تھا، ان کی تردید و وعید قرآن میں بیان فرمائی۔ عقد سلم اور ربوٰ میں اس اعتبار سے زمین و آسمان کا فرق ہے۔

اختتام

محترم حضرات میں نے حتیٰ الامکان کوشش کی ہے کہ قرآن و حدیث، صحابہ کے اقوال فقہی عبارات کو بھرپور طریقہ سے پیش کروں، محترم حضرات، حقیقت یہ ہے کہ میں نے اپنے اعتبار سے تحقیقی، علمی اور فکری لحاظ سے مسائل کو پیش کیا ہے۔ رب العالمین بوسیلہ محمد عربی ﷺ قبول فرمائے۔ آمین ثم آمین

مولانا عبدالحلیم صاحب نقشبندی

محلہ لائن پارک چکوال

Marfat.com

مصنف کی چند دیگر کتب

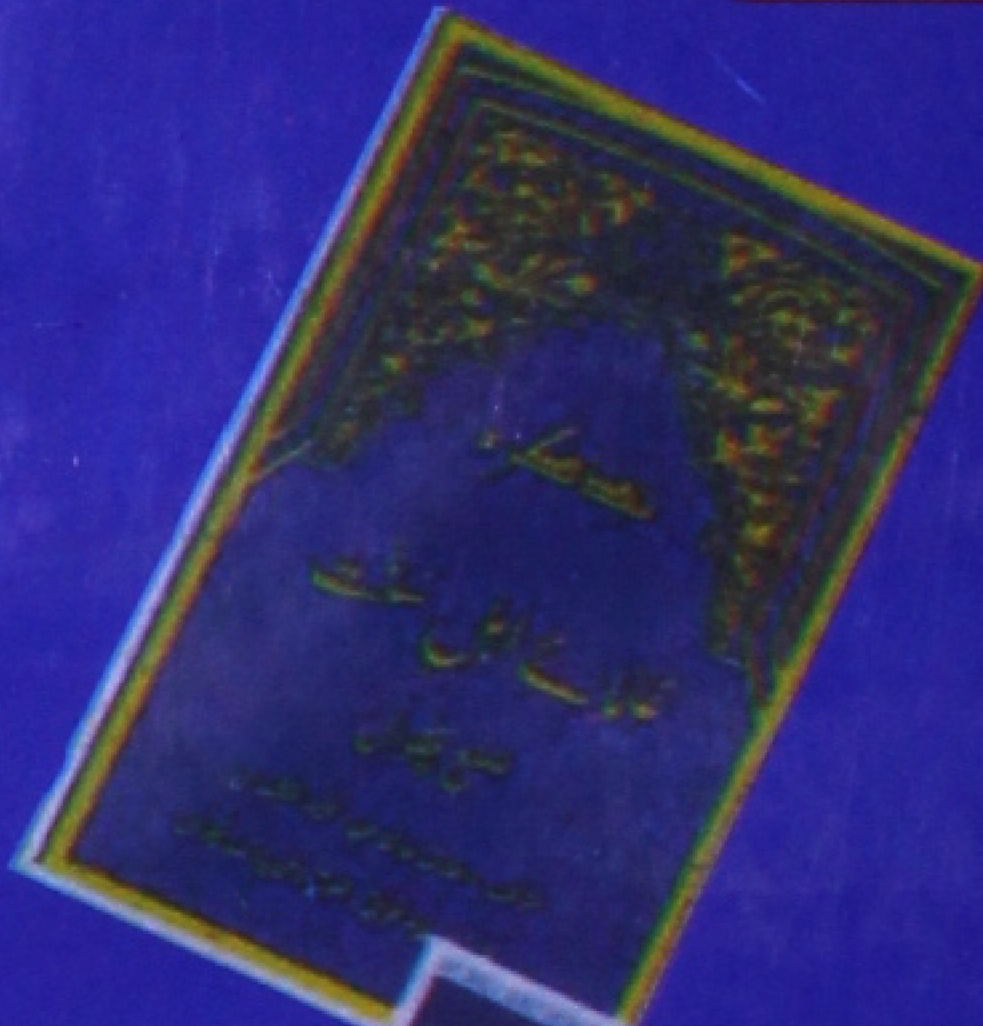

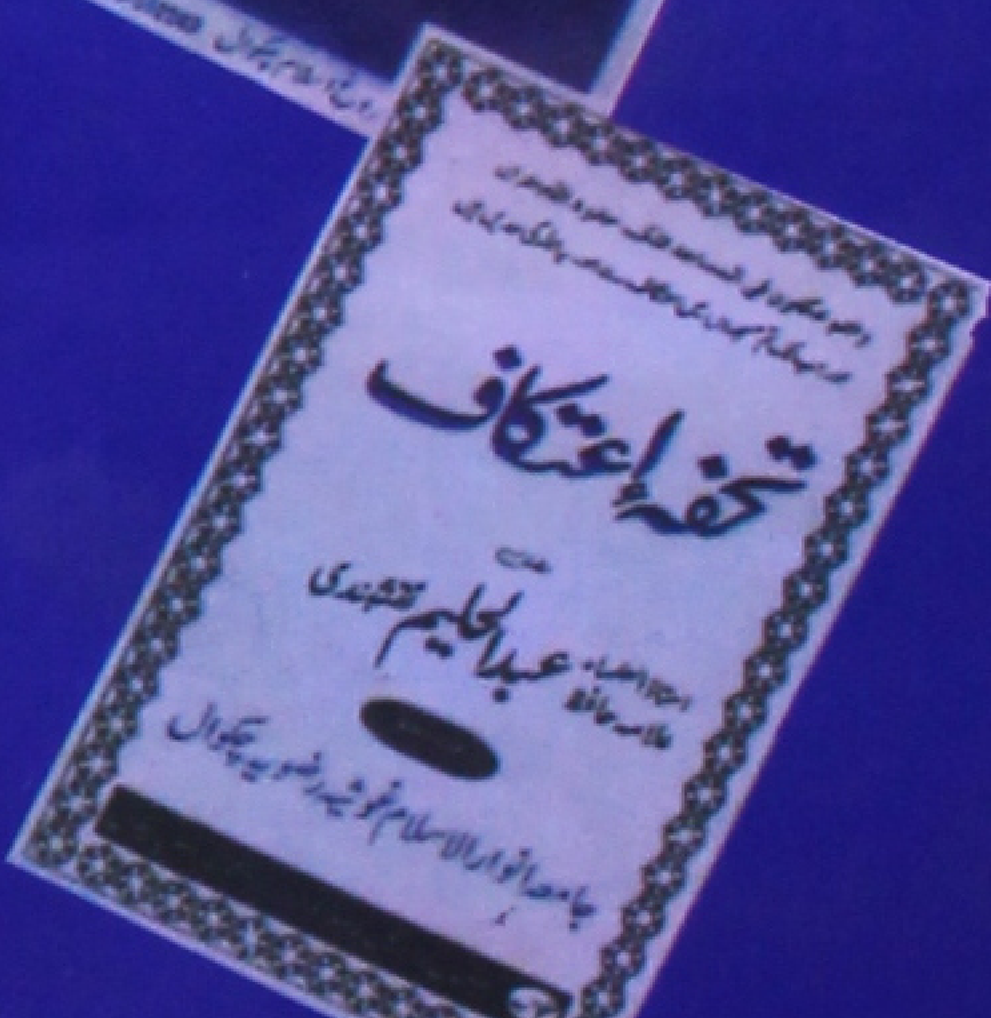

ناشر: بزم حسانؓ جامعہ انوار الاسلام غوثیہ رضویہ لائن پارک چکوال، فون: 0543-552243

Marfat.com